نشاۃِ اسلامیہ کا علمبردار علمی و دینی ماہنامہ

الحق

اکوڑہ خٹک

سرپرست

مولانا عبدالحق شیخ الحدیث

سہ دعوۃ الحق

قرآن وسنت کی تعلیمات کا علمبردار

فون نمبر رہائش ـــ ۲

فون نمبر دار العلوم ـــ ۴

مدیر : سمیع الحق

اس شمارے میں

بدل اشتراک

پاکستان میں سالانہ ۱۵/ روپے ۔ فی پرچہ ایک روپیہ ۵۰ پیسے
بیرون ملک بحری ڈاک ایک پونڈ ، ہوائی ڈاک دو پونڈ

جلد نمبر : ۱۲
شمارہ نمبر : ۱۰

اگست ۱۹۷۷ء
رمضان المبارک ۱۳۹۷ھ

نقشِ آغاز

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مارشل لاء حکومت نے ۱۸ اکتوبر ۱۹۷۷ء کو ملک میں آزادانہ اور منصفانہ انتخابات کرانے کا قطعی فیصلہ کیا ہے انتخابات کیلئے کاغذات داخل کرانے اور جانچ پڑتال کا اہم مرحلہ بخیر و خوبی گذر گیا۔ موجودہ حکومت کے غیر جانبدارانہ انتظامات کی وجہ سے نہ تو کوئی امیدوار یا اسکا مجوز اور موید اغوا ہوا نہ کسی کو ڈرایا دھمکایا گیا نہ ٹھوک کے حساب سے برسر اقتدار پارٹی کے ارکان بلامقابلہ منتخب قرار دئے گئے بلکہ پوری آزادی اور جمہوری حقوق کیساتھ امن و امان کی فضاء میں سارا کام مکمل ہوا ہم اس انتخابی مرحلہ کا مارچ کے انتخابات کے کاغذاتِ نامزدگی کے مرحلے سے جب موازنہ کرتے ہیں تو یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ ہمارے ملک میں جبتک انسانی حقوق کے احترام، آزادیٔ رائے اور جمہوریت کی صحیح فضا قائم نہیں ہو جاتی اس وقت تک آزادانہ انتخابات کیلئے ضروری ہے کہ آئندہ کم ازکم دس سال تک جب بھی انتخابات کا موقع آئے تو یہ کام عدلیہ اور فوج کی نگرانی میں انجام دینا چاہیئے یا پھر جو بھی برسر اقتدار حکومت ہو وہ انتخابات سے ۶ ماہ قبل مستعفی ہو۔ اور سپریم کورٹ کی نگرانی میں انتخابات کرائے جائیں ان دونوں صورتوں میں کوئی بھی صورت آئین میں لازماً شامل کرانی چاہیئے کسی برسر اقتدار حکومت کے ہوتے ہوئے اس کی انتظامیہ سے ہرگز عدل و انصاف کے تقاضوں کو قائم رکھنے کی امید نہیں کی جاسکتی اس طرح ہر برسر اقتدار حکومت کو بھی جب دھاندلی کے امکانات نظر نہیں آئیں گے تو دورانِ حکومت اُسے اپنی اصلاح اور عوام کے آزادانہ محاسبہ کی فکر دامنگیر رہے گی۔

اصل مسئلہ اب اگلے انتخابات اور اس میں عوام کو صحیح فیصلہ کرنے کا ہے، ظاہر ہے کہ پچھلی حکومت کے خلاف جو عظیم الشان اور برصغیر کی مثالی تحریک چلی وہ بذاتِ خود مقصود نہیں بلکہ مقصد تک پہنچنے کا ایک ذریعہ تھا اور جب فیصلہ کرنے کا وقت آیا تو اسے قدرت کی طرف سے ابتلاء اور آزمائش کا ایک نازک ترین لمحہ سمجھنا چاہیئے ہو سکتا ہے کہ قدرت ہمیں مزید تجربوں کا اور فیصلوں کا موقعہ نہ دے قانونِ قدرت میں اتنی مہلت بار بار نہیں دی جاتی۔ قوم کا ہر فرد آئندہ انتخابات کو ایک ریفرنڈم اور ایک چیلنج سمجھے اور فیصلہ سے قبل سابقہ حکومت کے ظالمانہ اور شرمناک کردار اور قومی اتحاد کے عہد و پیمان اور عزائم دونوں کا موازنہ کرے تب صحیح نتیجہ برآمد ہو سکتا ہے۔

اگر ہمیں اس ملک میں انسانیت، شرافت و اخلاق، عدل و انصاف، انسانی حقوق کی بحالی اور مال و جان، عزت و عصمت کی حفاظت عزیز ہے۔ اور سب سے بڑھ کر نظریۂ قیامِ پاکستان لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ اور اسلام کے نظامِ عدل و انصاف کا نفاذ و اجراء ملحوظ ہے جو ظاہر ہے کہ کسی بھی مسلمان کیلئے ایمان کی لازمی شرط ہے۔ تو اس نازک موقع کو اپنے ذاتی مفادات، گروہی تعصبات اور کسی بھی مادی رشتوں، بندھنوں اور جتھہ بندیوں سے اور خواہشات کی پیروی سے گنوانا نہیں چاہیئے۔ اگر کوئی ایسا نہیں کرے گا تو وہ ملک و ملت کا دشمن اور اس ملک میں ہمیشہ ہمیشہ کیلئے اسلامی اقدار اور نظامِ شریعت کا راستہ روکنے کا سبب بنتا ہے۔ اور اس طرح وہ پاکستان کے سات کروڑ باشندوں کو مستقبل میں ایک ہولناک تباہی کی طرف دھکیل کر خدا اور رسول کا دشمن بھی بنتا ہے۔

قومی اتحاد نے مستقبل میں برسرِ اقتدار آنے کی صورت میں جن پاکیزہ اور مقدس مواعید، منصوبوں اور ارادوں اسلامی نظام کے نفاذ، اخلاقی اور معاشرتی قدروں کے فروغ، معاشرہ کی تطہیر، عدل و انصاف کی ترویج، معاشی خوشحالی اقتصادی استحکام وغیرہ کا اعلان کیا ہے۔ ظاہر ہے کہ پلک جھپکنے میں یہ کام کسی بھی حکومت کے بس کا نہیں بالخصوص جبکہ جانے والی حکومت نے ہر شعبۂ حیات کو تہس نہس کر کے رکھدیا ہو اور آوے کا آوہ بگڑا ہو۔ غیروں کے تمدن و تہذیب اور اسکی خرابیوں نے دو صدیوں تک اپنی جڑیں راسخ کر دی ہوں۔ اور ایسے نازک حالات میں عنانِ حکومت سنبھالنا بلاشبہ قومی اتحاد کے لئے ہے بھی ایک نہایت نازک ترین ابتلاء اور آزمائش ———۔

تاہم جو بھی کچھ دینی، اخلاقی، معاشرتی اور معاشی میدانوں میں قومی اتحاد کے ہاتھوں انجام پا سکے تو اسے بھی خداوند کریم کے عظیم الشان فضل و کرم کا نتیجہ سمجھنا چاہئے۔ اگر خدانخواستہ قومی اتحاد یہ کچھ بھی نہ کر سکا تو پھر بھی قومی اتحاد کی حکومت اُن سیاہ کارناموں کو دہرانے کی جرأت تو ہرگز نہ کر سکے گی جو پیپلز پارٹی کی حکومت کے شرمناک، سفاکانہ، ظالمانہ غاصبانہ اور فسق و فجور سے بھرپور سیاہ اعمال ناموں کی شکل میں آئے دن اخبارات اور رسائل میں عوام کے سامنے آ رہے ہیں۔ جو حقائق اور واقعات کھل کر سامنے آ رہے ہیں۔ گویا یوم تبلی السرائر۔ کا سماں ہے اور وہ بھیانک تصویریں اور مناظر سامنے آگئے ہیں کہ انسانیت اور شرافت ان لوگوں کے ہاتھوں سر پیٹ کر رہ گئی ہے۔ ظلم و ستم، بددیانتی، لوٹ کھسوٹ فسق و فجور، خود غرضی اور ملک و ملت دشمنی، دین سے تمسخر اور تلاعب کی وہ کونسی بات ہے جسکی بے مثال مثالیں بھٹو حکومت کے بدکردار دور کی رپورٹوں سے آپ کو نہیں مل رہی ہیں۔ اب بھی کسی کی آنکھ نہ کھلے تو مسخ باطن کیلئے وہ کونسی دلیل چاہیے گا۔ مکافاتِ عمل کا عمل شروع ہو چکا ہے۔ محاسبۂ آخرت سے قبل بھی قانونِ قدرت دنیا میں احتساب کرتا ہے۔ مگر موجودہ برسرِ اقتدار حکومت کا بھی دینی اخلاقی اور سیاسی فریضہ ہے کہ ان قومی مجرموں کا معاملہ التواء و تعویق میں ڈالے بغیر انہیں قرار واقعی سزا دے اگر حکومت چوروں کے ہاتھ کاٹنے کی اسلامی حد اور تعزیر نافذ کرنا چاہتی ہے تو اس حد کے اوّلین سزاوار پچھلے دور کے وزیرِ اعظم اور ان کے وزراء اور اعوان و انصار ہیں جن کے نہایت مکروہ سیاہ اور لمبے لمبے ہاتھوں نے پورے ملک کی تقدیر پر ڈاکہ ڈالا، کروڑوں مسلمانوں کو نانِ جویں کا محتاج بنا کر دونوں ہاتھوں سے ملک کے وسائل کو لوٹا، چوری اور ڈکیتی کی ایسی شرمناک اور بھیانک مثالیں تاریخ میں کم ہی ملیں گی، جو ان لوگوں کے بارہ میں جمع شدہ مستند رپورٹوں کی شکل میں مارشل لاء کے سامنے ہیں ——— بہرحال یہ سب چیزیں سامنے رکھ کر اور ان لاکھوں مسلمانوں کی قربانیوں کو بھی جن میں سینکڑوں نے جامِ شہادت نوش کیا، لاکھوں قید و بند سے گزرے ہزاروں زخمی اور اپاہج ہوئے۔ نگاہ میں رکھتے ہوئے قوم کے ہر فرد کو اسلامی بصیرت اور ایمانی ذمہ داریوں کے ساتھ اگلے الیکشن میں فیصلہ کرنا چاہئے۔ اس لئے کہ یہ فیصلہ کسی ایک فرد کے نفع یا نقصان کا نہیں پوری قوم، پورے پاکستان کی تقدیر کا اور مستقبل کی تباہی یا خوشحالی کا فیصلہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو صحیح قوتِ فیصلہ اور بصیرت سے نوازے۔ آمین

واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل۔

سمیع الحق

رمضان المبارک
رحمتوں کا مہینہ

ضبط و ترتیب : ادارۂ الحق

خطبہ ۳ رمضان المبارک ۱۳۶۸ھ کا ایک حصہ

محترم بزرگو ! اللہ جل مجدہٗ کا ہم سب پر بڑا فضل وکرم ہے کہ ہمیں زندگی دی کہ پھر رمضان شریف کی برکات سے فائدہ اٹھا سکیں۔ کئی ہمارے جانے پہچانے احباب پچھلے سال زندہ تھے ان کی عزت، جسم و مال اور دولت ہم سے زیادہ تھی، شکل سے بھی ہم سے اچھے تھے۔ مگر آج ہم میں موجود نہیں، روزانہ اخبارات اور ریڈیو سے ایکسیڈنٹ کی خبریں سنتے ہیں، موٹروں اور بسوں کا تصادم ہوتا ہے۔ تو موٹر کاروں میں کرو فر والے رؤسا اور ہم سے زیادہ دولتمند ہی بیٹھتے ہوں گے۔ مگر موت نے ان کی رعایت نہ کی اور فنا ہو گئے۔ اور ہم لوگ دنیا کے مفادات تو خوب سمجھتے ہیں۔ کہ جس وقت کسی چیز کا نرخ اونچا ہو جائے، خریدار بڑھ جائیں تو ہر شخص اس کوشش میں رہتا ہے کہ یہی وقت کمائی اور نفع کا ہے۔ تو رمضان بھی ایسا ہی موسم ہے۔ اور ایک صورت تو آج کل کی ہے کہ ملک بھر میں ہمارے برے اعمال کیوجہ سے قحط اور گرانی ہے۔

برکات ظاہری و معنوی حدیث میں ہے کہ رمضان میں اللہ تعالیٰ مؤمن کا رزق بڑھا دیتا ہے۔ ویزاد فیہ رزق المؤمن - ایک حدیث میں آتا ہے کہ رمضان کی پہلی ہی شب شیاطین باندھ دیئے جاتے ہیں۔ مردۃ الجن - سرکش جنات قید کر دیتے جاتے ہیں اور مشاہدہ میں آتا ہے کہ پہلی ہی شب مسجدیں آباد ہو جاتی ہیں۔ جو لوگ سال بھر مسجد میں نہ آتے ہوں، نہ وعظ سے، نہ بڑوں کے کہنے سے، نہ جمعہ اور عید کے وعظ اور نصیحت سے۔ مگر یکدم رمضان کے آغاز ہی سے ان میں ایک جوش پیدا ہو جاتا ہے۔ کہ مسجدوں میں آنے لگتے ہیں۔ تو عقلمند سمجھ سکتا ہے۔ کہ حضور مخبر صادق نے پہلے سے خبر دی کہ شیاطین باندھ لئے جاتے ہیں۔ تو جن لوگوں میں کچھ بھی صلاحیت ہو استعداد ہو، ان پر شیطان کا اثر کم ہو جاتا ہے۔ اگر کچھ نہ کچھ رغبت بھی اس ماہ پیدا ہو گئی تو ایک گونہ تسلی ہوئی کہ ہمیں شیطان نے روک دیا۔ مگر جس کو اب بھی فائدہ نہ ہوا اصلاح نہ ہوئی تو

خطرے کا مقام ہے۔

مراقبۂ موت لیٹتے وقت ذرا سوچ لیا کرو کہ آخر قبر میں جانا ہے۔ یہ زندگی آخر ختم ہوگی۔ اگر کل کسی حاکم کے سامنے پیشی ہو تو تمام رات نیند نہیں آتی مگر احکم الحاکمین کے سامنے پیشی کا فکر ہی نہ ہو، عزیز و اقارب کی شرم سے تو چھوٹے سے چھوٹے رسم اور رواج کی پابندی کرتے ہیں کہ کہیں ناک نہ کٹ جائے، خوب سمجھتا ہے۔ کہ یہ کام غلط ہے۔ مگر کرتے ہیں۔ کہ فرضی اور مصنوعی رسوائی نہ ہو تو جب قیامت کے دن خدا تعالیٰ تمام مخلوقات اور ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کے سامنے رسوائی ہوگی، اس کا کوئی غم نہ کیا۔ پہلے ہر گھر میں بوڑھے بچے عورتیں صبح تلاوت کرتی تھیں، بچے تہجد کے عادی بنائے جاتے تھے، اب سال بھر تلاوت کا نام نہیں لیا جاتا، اسلام نے اس نعمت سے محرومی سے بچنے کے لئے تراویح اور اس میں قرآن مجید سنانے کا انتظام کر دیا کہ عوام اور جاہل اور پڑھے والے سب اس نعمت قرآن سے محظوظ ہوں۔

مواسات کا سبق رمضان کی دوسری خاصیت یہ ہے کہ اس میں بندوں کا رزق بڑھ جاتا ہے۔ غریب سے غریب کو اچھا کھانا مل جاتا ہے۔ یہ ہمدردی اور غمخواری (شهر المواساة) کا مہینہ ہے۔ آج کل غلے کی تکلیف ہے۔ مسلمانوں کو رمضان ہمدردی کا سبق دیتا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا: لیس المؤمن الذی یشبع وجارہ جائعٌ الی جنبہ۔ وہ شخص مومن نہیں جو پیٹ بھر کر کھائے اور اس کا پڑوسی بھوکا ہو۔

قحط کے اسباب یہ قحط برے اعمال ہی کا نتیجہ ہے۔ برے نتائج سامنے آرہے ہیں۔ آج کل زمیندار بھی قلت غلہ کے شکار ہیں کہ تمام کے تمام تمباکو بوتے ہیں، دنیاوی اسباب کے ساتھ مسبب الاسباب پہ نظر رکھنی چاہیئے۔ آپ ٹیوب ویل لگا بھی دیں تو کنوئیں میں پانی کون پیدا کرے گا۔ تمہارے اعمال کا وبال ہے۔ اور یہ اسکا آغاز ہے۔ واللہ اعلم اس کا نتیجہ کیا نکلے گا۔ حضور اقدسؐ کا ارشاد ہے: المحتکر ملعون۔ ذخیرہ اندوزی کرنے والا ملعون ہے۔ ایسے وقت میں جو آج کل ہے، غلہ کو روکنا اور چھپانا قابل لعنت عمل ہے۔ صحابہؓ کا تو ایسا ایثار تھا کہ خود کو بھوکا رکھ کر دوسروں کو دیدیتے۔ گھر کے خرچ کے برابر اگر کچھ رکھ لیا تو جائز مگر فالتو اشیاء کو نکالکر فروخت کرنا چاہیے جو غلہ اور اشیاء ضرورت کو بیچنے سے روکتا ہے۔ وہ خدا کی رحمت سے دور ہے۔ رمضان نے بھی یہی سبق دیا کہ بھوکوں کا تمہیں احساس ہو جائے۔ اللہ کے محبوب مہینہ رمضان ہم پر آیا کہ خدا کو راضی کریں۔ اگر اس میں اللہ کو راضی کر دیں روئیں کہ یا اللہ بارش برسا دے اپنی رحمت کے خزانے کھولدے ہمیں امتحان میں نہ ڈال، بارش بھی نہ ہوں ہم سنگدل بھی بن جائیں بلیک کریں ملاوٹ کریں لوگوں کو ضروری اشیاء نہ دیں تو چو طرفہ عذاب کا شکار ہوں گے۔

افطار و سحر کے مواقع تو رمضان سے فائدہ اٹھائیے، شام کے وقت خدا کے سامنے روئیں افطار

کے وقت، بچوں عورتوں سب کو ذکر میں لگوایا کریں۔ ستر ہزار پردے اللہ جل مجدہٗ اور بندہ کے درمیان افطار کے وقت اٹھا دئے جاتے ہیں۔ دوسرا مبارک وقت سحری کا ہے۔ وبالاسحار ھم یستغفرون۔ اللہ کیطرف سے آواز آتی ہے۔ کہ ہے کوئی گنہگار جسے بخشدوں، ہے کوئی رزق مانگنے والا جسے رزق دوں۔ ہے کوئی بیمار جسے صحتیاب کروں۔ سحری کے وقت استغفار کریں کچھ ذکر و تسبیح میں لگے رہو یہ تھوڑا سا وقت صبح کی نماز تک یادِ خدا میں مشغول رکھا کرو اور اس وقت کو غنیمت سمجھ لیا کرو۔

۱۶ رمضان ۱۳۸۴ھ / ۲۲ جنوری ۱۹۶۵ء

محترم بھائیو! منادی پکارتا ہے۔ حیّ علی الصلوٰۃ۔ آئیے نماز کیطرف، تو ہم بہرے ہو جاتے ہیں خدا کا حکم ہے کہ روزہ رکھو تو ہم بیمار اور معذور بن جاتے ہیں۔ یہ تو ٹھگی ہے۔ اور مکر کی دوستی ہے۔ جیسے ہماری بظاہر دوستی اور دل میں جڑیں کاٹنے کے درپے ہوتے ہیں۔

ظاہر و باطن کا فرق ایک قوم کی تباہی کی یہی نشانی ہے۔ کہ بظاہر دعویٰ تو اطاعت خدا و رسول ہو اور باطن میں خواہش کی اطاعت کرتی ہو۔ قرآن مجید میں ایک معزز قوم بنی اسرائیل کی تباہی کا ذکر ہے۔ جو پیغمبروں کی اولاد تھے ان میں بادشاہ اور علماء بھی تھے۔ وفضلنٰہ علی العالمین۔ دنیا پر ان کو فضیلت دی گئی تھی زبان سے مسلمان تھے مگر دل میں اسلام کی دشمنی، جیسے ووٹوں کے وقت سب مسلمان اسلام کے علمبردار بن جاتے ہیں۔

ومن الناس من یقول آمنا باللہ وبالیوم الآخر وماھم بمومنین یخٰدعون اللہ۔ (الآیۃ)

بعض لوگ زبان سے اللہ اور یوم آخرت پر ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں اور درحقیقت ایسے لوگ مؤمن نہیں ہوتے۔ اللہ اور اس کے رسول کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں جو درحقیقت اپنے آپ کو دھوکہ دینا ہے۔

جو شخص پانچ وقت نماز نہ پڑھ سکے، حضورؐ کی طرح شکل نہیں، زانی ہے، شرابی ہے، وہ کیسے مسلمان ہے۔

یہ تو اسلام کیساتھ مذاق ہے، شراب پر اسلام کا لیبل لگاؤ کہ اسلامی شربت، چھلکے پر اسلام کے تمغے اور لیبل، سینما کے افتتاح کو رسم بسم اللہ کا نام دیتے ہیں۔ ایک تماشا بنا رکھا ہے اسلام سے، بنی اسرائیل کو خدا نے ایسا ذلیل کیا کہ کوئی بندر ہوا کوئی سؤر۔

فبما نقضھم میثاقھم لعنٰھم۔ ان کے عہد و پیمان توڑنے کے سبب ہم نے انہیں ملعون ٹھہرا دیا۔

وعدہ کیا پھر توڑ دیا تو اللہ نے اپنی رحمت سے ہٹا دیا خدا کا کسی کے ساتھ ذاتی تعلق تو ہے نہیں، وہ خالق ہے۔

ہم مخلوق۔

تین افراد کو حضورؐ کی بد دعا نبی کریمؐ کے حکم پر صحابہؓ فدا ہوتے تھے۔ خطبہ دینے تشریف لائے تو فرمایا۔ نزدیک ہو جاؤ، سب ممبر کے قریب ہو گئے، حضورؐ نے ممبر کی پہلی سیڑھی پہ قدم رکھا تو فرمایا: آمین۔ دوسری پہ قدم رکھا تو پھر فرمایا: آمین۔ اسی طرح تیسری سیڑھی پہ بھی آمین کہا۔ یعنی یا اللہ یہ دعا قبول کر۔ صحابہؓ نے یہ نئی بات دیکھی تو وجہ دریافت کی حضورؐ نے فرمایا کہ ممبر پہ خطبہ اور وعظ کیلئے بیٹھ رہا تھا۔ تو جبرئیل علیہ السلام نے آکر بد دعا دی کہ خدا اس شخص کو ذلیل و خوار کر دے، جس پہ رمضان کا مہینہ آیا اور وہ نہ بخشوا یا گیا، اتنی بڑی نعمت سے محروم رہا، جس طرح بے کار دکاندار وہ ہے جو بہت بڑے میلہ میں بھی اپنا مال نہ نکال سکے۔ فرمایا: رغم انفہ۔ اس کے ناک گرد آلود ہو جائے تو حضورؐ نے اس پر آمین کہا۔ تو اب ایسے لوگ حضورؐ کی بد دعا سے کب بچ سکتے ہیں۔ اب یہ تباہ ہیں بندروں اور خنزیروں کی شکل میں ان کے باطن مسخ ہو چکے ہیں۔ ان کے سوٹ بوٹ پہ نہ جاؤ کہ ایک دن کرسی پہ اور گلے میں پھولوں کے ہار ہیں۔ اور دوسرے دن کتوں کی طرح ذلیل ہو جاتے ہیں۔ ان کے پیچھے ڈھول اور باجے بجائے جاتے ہیں۔ کیا یہ عزت ہے۔ دنیا میں رسوا ہو رہے ہیں۔ مگر اپنی بے عزتی پہ بے غیرتی کیوجہ سے نہیں سمجھتے، ڈگڈگی پہ خدا انہیں نچا رہا ہے۔ خداوند تعالیٰ حلیم اور صابر ہیں۔ فرعون نے — انا ربکم الاعلیٰ۔ کا دعویٰ کیا مدتوں اس کے سر میں درد تک نہ ہوا اور جب وقت آیا تو لاؤ لشکر سمیت غرق ہو گیا۔ تو حضورؐ کی دعا یقیناً قبول ہے۔ اور معزز ترین فرشتہ حضرت جبرئیل کی دعا قبول ہے۔ دوسری دعا پہ بھی حضورؐ نے آمین کہا۔ تو فرمایا کہ جبرئیل نے کہا کہ وہ شخص بھی ہلاک ہو جائے جس نے ماں باپ دونوں زندہ ہوں یا ایک کے بڑھاپے کو پا لیا۔ اور یہ شخص ان کو راضی نہ کر سکا حضورؐ نے اس پہ بھی آمین کہا، اور ہر بد عملی کی سزا خدا آخرت میں دیتا ہے۔ مگر والدین کی نافرمانی کی سزا دنیا میں بھی ملتی ہے۔

تیسری بات جس پہ حضورؐ نے آمین کہا۔ فرمایا کہ جبرئیل نے ایسے شخص کو بد دعا دی جس نے مجلس میں یہ (حضورؐ) نام سن لیا اور پھر درود شریف نہ پڑھا تو جو شخص حضورؐ کا تعظیم و احترام کما حقہٗ نہ کرے ان کے نام مبارک کے ساتھ صلی اللہ علیہ وسلم نہ پڑھے، حضورؐ کے ذکر کے بعد ہر مسلمان پہ خواہ زبان سے خواہ دل سے صلی اللہ علیہ وسلم کہنا واجب ہے۔ ہاں یہ الگ مسئلہ ہے کہ ایک مجلس میں بار بار نام لیا جائے۔ تو ایک دفعہ کافی ہے یا نہیں تو امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ دس دفعہ نام لیا جاوے تو دس دفعہ صلوٰۃ ضروری ہے۔

ہر لمحہ ہر لحظ غنیمت اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ وسارعوا الی مغفرۃ من ربکم وجنۃ عرضھا کعرض السماوات والارض۔ تو جس کو خدا نے کمائی کا ایک وسیع میدان دیا۔ تو اسے تو دوڑنا چاہئے۔ خدا تو بخشنا چاہتا ہے۔ وسارعوا۔ دوڑ آؤ۔ جلدی کرو سستی مت کرو۔ آج اگر خیر خیرات روزہ اور نماز کی طاقت ہے۔ تو کل پر مت ٹالو، کارِ خیر میں آج کل نہیں ہوتا۔ دین کے لئے دوڑتے جاؤ، جنت کیلئے جس کی پہنائی اور

عرض بھی آسمانوں اور زمینوں سے زیادہ ہے۔ ہم دنیا میں کسطرح دن رات ایک کر لیتے ہیں، تب کہیں ایک آدھ کنال زمین مل جاتی ہے۔ تو وہ جنت جس کا عرض بھی ساتوں آسمانوں اور زمینوں سے زیادہ ہے تو اس کے طول کا کیا کہنا ہے۔ اتنے بڑے گھر کیطرف خدا ہمیں بلا رہا ہے۔ تو اس کے لیئے تو ایک ایک لمحہ اور لحظہ غنیمت سمجھنا چاہیئے جو وقت گذرے اس پہ رونا چاہیئے کہ وقت نکل گیا۔ رمضان میں نفل پڑھے تو فرض کا ثواب ہے۔ ایک فرض کا ستر فرضوں کے برابر اجر ہے، ایک جمعہ کا ستر جمعوں کے برابر، ایک روپیہ اللہ کی راہ میں دیا۔ گویا ستر روپے دیدئے۔ لھذا رمضان المبارک میں جس نیکی پر بس چلے تو کئے جاؤ۔ حضورؐ نے فرمایا کہ یہ غمخوارگی کا مہینہ ہے۔ غریب سے غریب بھی رحمتِ الہٰی کے خزانہ سے محروم نہ رہے۔ ایک روزہ دار کا روزہ افطار کرایا اس نے بھی ہمدردی کی خاطر دوسرے کی کسی چیز سے روزہ توڑ دیا۔ دل میں فراخی آئی۔ ہمدردی آئی۔ خداوند تعالیٰ اس کی گردن جہنم سے چھڑا دے گا۔ ہماری گردن گناہوں اور نجاستوں میں جکڑی ہوئی ہے۔ تو حضورؐ نے فرمایا کہ اس کا رقبہ (گردن) خدا آگ سے چھڑا دیتا ہے۔ ایک کھجور کا آدھا حصہ دیا اس سے بھی اتنا اجر ملا۔

ازلی بدقسمت تو ایسے بدقسمت بھی ہیں کہ ایسے وقت میں بھی دین کا کام اس سے نہ ہو سکے۔ خدا کی قسم اس مسجد سے باہر ایسے انسان نما بندر اور خنزیر ہیں کہ خدا نے ان سے نیکی کی طاقتوں کو سلب کر لیا ہے۔ دل ان کے پتھر کی طرح سخت ہیں۔ ختم اللہ علی قلوبھم وعلی سمعھم وعلی ابصارھم غشاوۃ۔ اللہ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے۔ اور ان کی آنکھوں اور کانوں پر پردے پڑے ہوئے ہیں۔

گناہ اور شر و فساد کے لئے ہر وقت آمادہ ہیں، ہٹے کٹے ہیں۔ ڈنڈے ہاتھوں میں لئے پھرتے ہیں۔ مگر خدا ان کو دین کے کام کی توفیق نہیں دیتا۔ طاقت ہے، دولت ہے۔ مگر اللہ کی بندگی سے محروم ہیں۔ تو جو اللہ کے موفق ہیں (جن کو توفیق ملی ہے۔) ان کو غرور اور تکبر نہیں بلکہ اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیئے کہ انہیں توفیق دی وہ دوسروں سے اپنے آپ کو اشرف و اعلیٰ نہ سمجھیں یہ اللہ کا احسان ہے۔ اور جو راہِ راست پر نہیں، ان کی خیرخواہی و بھلائی میں لگے رہیں۔ ان کو ذلیل و حقیر نہ سمجھیں اور کچھ نہ ہو تو ایک کوزہ بھر کر روزہ دار کے سامنے رکھ دیں کوئی مسافر شاید اس سے روزہ افطار کرے ہمارے گاؤں کے ایک روزہ دار نے ایک جگہ مسجد کا ذکر کیا کہ سارے مسجد میں کوزہ تک نہ تھا کہ پانی سے روزہ کھول لیتا تو یہاں تک جب حالت پہنچ جائے تو روزہ کی برکات سے کیا مالامال ہو سکو گے۔؟

لیلۃ القدر رمضان میں لیلۃ القدر بھی بڑی نعمت ہے۔ جو خدا اور رسول پر ایمان رکھتے ہیں وہ اسکی حقیقت اور قیمت سمجھتے ہیں۔ حضورؐ فرماتے ہیں کہ اگر اس کا علم ہو جائے تو تمام عمر رمضان رہنے کی التجا کرتے۔ لیلۃ القدر کی رات قیام اور تلاوت میں گذاری تو ہزار مہینوں سے زیادہ ثواب اور درجہ ہے۔

انا انزلناہ فی لیلۃ القدر۔ (ہم نے قرآن مجید کو لیلۃ القدر میں نازل کیا۔) گویا ہزار ماہ عبادت کسی نے ۸۳ سال ۴ مہینے شب و روز اللہ کی یاد میں گذارے تو ایک مسلمان اور ایک وہ خوش قسمت جو اس رات کو پالے تو اس کا ثواب پہلے سے زیادہ ہے۔ اس رات ملائکہ حضرت جبرئیل وغیرہ آکر عابدین سے مصافحہ کرتے ہیں۔ علماء نے لکھا ہے۔ کہ اس مصافحہ کی علامت یہ ہے کہ آنسو جاری ہوں، کیکپی طاری ہو، خشوع میں ڈوب جائے۔ ملائکہ نے تخلیق آدم کے وقت خدشہ ظاہر کیا۔ اتجعل فیھا من یفسد فیھا ویسفک الدماء۔ ایسے شخص کو زمین میں خلیفہ بناتا ہے جو فساد برپا کرے گا۔ اور خون بہائے گا۔ خدا نے اس وقت جواب دیدیا اور اب رمضان کی برکت کہ فرشتوں کا سردار جبرئیل علیہ السلام اپنی جماعت کے ساتھ اُتر کر سلام و کلام کرتے ہیں یہ گویا ان خدشات کا فرشتوں کو عملی جواب ہوگا۔

اعتکاف حضور اقدسؐ اس مہینہ میں اعتکاف فرمایا کرتے تھے۔ عشرہ اخیر میں دنیاوی امور سے قطع تعلق کر کے ایک مسجد میں مجرم و گنہگار معافی کے لئے کسی کے در پر پڑ جائے کہ جب تک بخشش نہ ہو یہاں پڑا رہوں گا۔ پھر ایسے وقت کہ رحمت خداوندی بھی جوش میں ہو اس کے در پر مسجد میں پڑا ہوا ہو۔ بیوی، بچوں گھر بار کھیتی باڑی کو چھوڑ دیا ہو تو کیا اللہ رب العالمین مجبور نہیں؟ اب بندہ کو محروم جانے دے گا۔؟ اعتکاف کیلئے بہتر یہ ہے کہ مسجد جمعہ (جہاں جمعہ پڑھا جاتے) میں بیٹھ جانا چاہئے۔ ورنہ جو بھی مسجد ہو، جمعہ کے لئے دوسری مسجد میں بھی جا سکتا ہے۔ فرض، واجب اور سنت میں بھی فرق ہے۔ اعتکاف سنت کفایہ ہے۔ جیسا کہ جنازہ فرض کفایہ ہے کسی نے بھی ادا نہ کیا تو سب گنہگار ہوتے ورنہ سب کا ذمہ فارغ ہوا، اب اگر کسی محلہ میں بھی یہ سنت کفایہ اعتکاف ادا نہ ہوا تو سب تارکین سنت ہوتے ورنہ سب کا ذمہ فارغ ہوا۔ دولتمندوں اور صاحب استطاعت افراد کو بھی کرنا چاہئے نہ ہو سکے تو بڑے بوڑھے گھروں میں بیکار بیٹھے رہنے کی بجائے دس دن مسجد میں بسر کر دے۔ تو سب گاؤں اور محلہ کا ذمہ فارغ ہو جائے گا۔ اور سب کو ایسے شخص کا مشکور ہونا چاہئے اور اسکی خدمت بھی کرنی چاہئے اس کے لئے شہر اور دیہات کی تخصیص نہیں اس سنت کو ترک نہ کیجئے بفضلہ تعالیٰ ہماری مسجد میں یہ سنت کئی سال سے ادا کی جاتی ہے۔ زنانہ گھروں میں اپنی نماز کی جگہ ایک گوشہ میں مصلی ڈالدیں اور اعتکاف بیٹھ جائیں۔ اگر کوشش ہو تو یہ سنت زندہ ہو سکتی ہے۔ جس نے سنت زندہ کی اسے سو شہیدوں کا اجر ملے گا۔

نورِ حراء کی روشنی میں دنیا کے پیچیدہ مسائل کا حل

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی
کی ایک تقریر کا ترجمہ جو ربیع الاول سنہ ھ میں
سعودی ریڈیو اسٹیشن (جدہ) سے نشر ہوئی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

میں جبل نور پر چڑھا اور اس کے غار پر جو غارِ حراء کے نام سے مشہور ہے جا کھڑا ہوا یہاں پہونچ کر میں نے اپنے دل میں کہا — یہی جگہ ہے جہاں خداوند کریم نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پیغمبری کا شرف عطا فرمایا اور پہلی مرتبہ وحی نازل فرمائی پس (یہ کہنا حق ہے کہ) یہیں سے وہ آفتاب طلوع ہوا جس کی کرنوں نے دنیا پر نور برسایا اور اسے ایک نئی زندگی بخشی۔ یہ عالم ہر دن ایک نئی صبح کو خوش آمدید کہتا ہے لیکن اکثر و بیشتر نہ اس صبح میں کوئی نیا پن ہوتا ہے نہ کوئی ندرت اور نہ ہر صبح صبح سعادت۔ ان صبحوں کی آمد سے انسان تو جاگ جاتے ہیں مگر انسانیت سوتی ہی رہتی ہے، جسم بیدار ہو جاتے ہیں مگر دلوں کی نیند میں ذرا فرق نہیں آتا اور روحوں کی بستی یونہی خواب غفلت میں پڑی رہتی ہے — کیا شمار ہے ایسے تاریک دنوں کا اور ایسی جھوٹی صبحوں کا۔ البتہ اس غار سے ایک سچی صبح نمودار ہوئی تھی جس کے نور نے ہر چیز کو چمکایا اور اس کی آمد نے ہر شے کو جگایا اور اسی صبح سے تاریخ کا رخ مڑا اور زمانہ کا رنگ بدلا۔

اس صبح سے پہلے انسانی زندگی کا فطری بہاؤ رکا ہوا تھا اس کے ہر دروازہ پر بھاری بھاری قفل چڑھے ہوئے تھے اور وہ گویا چند مقفل دروازوں اور کچھ بند تالوں کا مجموعہ بنی ہوئی تھی۔ عقل پر قفل چڑھے ہوئے تھے جن کے کھولنے سے حکماء اور فلاسفہ عاجز تھے، ضمیر انسانی مقفل تھا جس کو آزادی دلانے سے واعظین اور مصلحین عاجز تھے، قلوب انسانی مقفل تھے جن کے قفل توڑنے میں قدرت کی نشانیاں اور زمانہ کے عبرت انگیز حوادث ناکام ہو چکے تھے۔ صلاحیتیں مقفل تھیں جن کو بروئے کار لانے سے تعلیم و تربیت کا نظام اور ماحول اور سوسائٹی کے اثرات قاصر تھے۔ درسگاہوں کا وجود دلا حاصل تھا جن کو کارآمد اور نتیجہ خیز بنانے میں اہل علم اور مدرسین بے بس تھے، عدالتیں اپنے فرائض کے حق میں مقفل تھیں جن سے انصاف حاصل کرنے کے لئے مظلوموں اور محکوموں کی فریادیں بے اثر تھیں، خاندانی مسائل الجھے ہوئے تھے جن کے سلجھانے سے مصلحین و مفکرین عاجز تھے،

قصر ہائے سلطنت مقفل تھے جن میں راہ پانے سے محنت کش کسان پسے ہوئے مزدور اور مظلوم رعایا محروم تھی، دولتمندوں اور امیروں کے خزانے مقفل تھے جن کے قفل کھولنے سے ناداروں کی بھوک ان کی عورتوں کی برہنگی اور ان کے دودھ پیتے بچوں کی گریہ وزاری عاجز تھی۔ بڑے بڑے اصلاحی عزائم کے ساتھ لوگ میدان میں آئے، بڑے بڑے قانون ساز کمربستہ ہوئے لیکن ان بیشمار قفلوں میں سے کوئی ایک قفل بھی کھولنے میں کامیاب نہ ہوسکے اسلئے کہ ان تالوں کی اصل کنجی ان کے ہاتھ میں نہ تھی وہ کنجی گم ہوچکی تھی اور تالا بغیر اپنی کنجی کے کبھی کھل نہیں سکتا، انھوں نے اپنی بنائی ہوئی کنجیوں سے کام لینا چاہا لیکن وہ ان تالوں کو نہ لگیں اور ایک تالا بھی نہ کھول سکیں اور بعض نے ان تالوں کو کھولنے کے بجائے توڑنے کی کوشش کی مگر الٹے اس کوشش میں ان کے اوزار ٹوٹ گئے اور ہاتھ بھی زخمی ہوگئے۔

ایسے وقت میں متمدن دنیا سے الگ تھلگ ایک چھوٹے سے خشک پہاڑ کے اوپر اس گمنام اور ظاہری اعتبار سے بے حیثیت مقام (غار حرا) میں دنیا کا وہ عقدہ لاینحل حل ہوا جو نہ بڑی بڑی حکومتوں کی راجدھانیوں میں حل ہوسکا نہ عظیم الشان درسگاہوں میں حل ہوسکا اور نہ علم وادب کے پرشکوہ ایوانوں میں حل ہوسکا۔ یہاں پروردگار عالم نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی صورت میں عالم انسانیت پر ایک احسان عظیم کا دروازہ کھولا اور صدیوں کی گم شدہ کنجی پھر سے انسانیت کو مل گئی۔ یہ کنجی ہے ایمان ـــــ! اللہ پر، اس کے رسول پر اور یوم آخرت پر ـــــ اس کنجی سے آپ نے صدیوں کے ان بند قفلوں کو ایک ایک کرکے کھولا جس کے نتیجے میں حیات انسانی کے ہر ہر شعبہ کے دروازے چوپٹ کھل گئے۔ آپ نے جب نبوت کی اس کنجی کو عقل کے قفل پر رکھا تو اس کی ساری گرہیں کھل گئیں، اس کی سلوٹیں اور اس کے پیچ وخم دور ہوگئے۔ اسے نشاط فکر حاصل ہوگیا اور وہ اس قابل ہوگئی کہ نفس وآفاق میں پھیلی ہوئی خدا کی نشانیوں سے نفع اندوز ہوسکے، اس کائنات میں غور کرکے اس کے خالق کو پاسکے، کثرت کے پردوں کو چیر کر وحدت کا جلوہ دیکھ سکے اور شرک وبت پرستی اور اوہام وخرافات کی لغویت کو محسوس کرسکے۔ حالانکہ اس سے پیشتر یہ عقل ان باتوں میں دخل دینے کی مجاز نہ تھی اور صدیوں سے اپنے منصب سے معزول تھی۔ اسی کنجی سے آپ نے انسان کے ضمیر کا قفل کھولا، سویا ہوا ضمیر جاگ اٹھا اور اس کے مردہ شعور واحساس میں حرکت اور زندگی پیدا ہوئی۔ ضمیر کی روک تھام سے آزاد ہوکر نفس انسانی جو صدیوں سے نفس امارہ بنا ہوا تھا اب وہی نفس نفس لوامہ میں تبدیل ہوا اور نفس لوامہ دیکھتے ہی دیکھتے نفس مطمئنہ بن گیا جس کے بعد اس میں کسی باطل کے گھسنے کی گنجائش نہ رہی اور گناہ اس کے لیے ناقابل برداشت ہوگیا۔ اس حد تک کہ گنہگار، رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جاکر از خود اپنے گناہ کا اظہار واقرار کرکے اپنے لیے سخت ترین سزا کی درخواست کرتا ہو۔ ایک گنہگار عورت اپنے لیے سنگساری کی سزا کی درخواست کرتی ہے حضور، عذر شرعی کی وجہ سے سزا کو کچھ دن کے لیے موخر فرماتے ہیں وہ اپنے دیہات کو واپس چلی جاتی ہو نہ اسکی نگرانی کے لیے سی، آئی، ڈی متعین ہو نہ مجرم کو وقت پر دوبارہ حاضر کرنے کے لیے پولیس متعین ہو لیکن وہ بر وقت پھر مدینہ پہونچتی ہے اور خود کو اس سزا کے لیے بخوشی اور باصرار پیش کرتی ہو جو یقیناً قتل سے بھی زیادہ سخت ہو (یعنی سنگساری)۔ فتح ایران کے وقت ایک غریب فوجی کے ہاتھ کسریٰ کا تاج زریں آتا ہے وہ اس کو کپڑوں میں

چھپا لیتا ہے اور خفیہ طور سے اپنے امیر کی خدمت میں لے جا کر پیش کر دیتا ہو تاکہ ادائے امانت تو ہو لیکن امانتداری کی نمائش نہ ہو۔

انسانوں کے وہ دل جو اس طرح مقفل پڑے ہوئے تھے کہ نہ ان میں عبرت پذیری تھی، نہ خوف خدا تھا اور نہ رقت اور نرمی تھی یہ کنجی جب ان دلوں پر لگائی گئی تو یکسر کایا پلٹی ہوئی نظر آئی۔ اب وہ خدا کے خوف سے ہر دم لرزاں و ترساں تھے، حوادث و واقعات سے عبرت حاصل کرتے تھے، انفس و آفاق میں پھیلی ہوئی نشانیوں کا وجود اب ان کے لیے نفع بخش تھا، مظلوموں کا حال زار دیکھ کر تڑپ جاتے تھے اور غریبوں اور بیکسوں کے ساتھ نفرت و حقارت کا برتاؤ کرنے کے بجائے محبت و شفقت کا برتاؤ کرنے لگے۔ اسی طرح نبوت کی اس کنجی نے جب انسانوں کی ان فطری صلاحیتوں اور قوتوں کو چھوا جو عرصہ سے ٹھٹھری پڑی تھیں اور نفع مند ہونے کے بجائے نقصان دہ ثابت ہو رہی تھیں تو وہ شعلوں کی طرح بھڑک اٹھیں اور سیلاب کی طرح موجیں مارتی ہوئی ابل پڑیں اور صحیح رخ پر لگ گئیں جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ صلاحیتوں کو ابھرنے کا موقع نہ ملنے کی وجہ سے جو لوگ بکریوں کی گلہ بانی میں ضایع ہو رہے تھے وہ اب بہترین طور سے قوموں کی نگہبانی اور عالم کی فرمانروائی کی نازک ذمہ داریوں سے عہدہ برا ہونے لگے اور جو شخص کل تک صرف کسی ایک قبیلے یا ایک شہر کا نامور شہسوار شمار کیا جاتا تھا وہ اب بڑی بڑی سلطنتوں اور ایسے ایسے ملکوں کا فاتح ثابت ہوا جو قوت و شوکت میں یکتا تھے۔ اسی کنجی سے آپ نے درسگاہوں کے قفل کھولے اور ان میں از سر نو چہل پہل اور رونق پیدا کی حالاں کہ علم کی کسادبازاری اور معلمین کی کس مپرسی اس حد کو پہنچ گئی تھی کہ نہ معلمین کو دلچسپی رہی تھی اور نہ متعلمین کو ____ آپ نے علم کی قدر و قیمت یاد دلائی اہل علم کا مرتبہ بتلایا اور علم و دین کا باہمی تعلق سمجھایا چنانچہ لوگ درسگاہوں کی ترقی کے لیے دامے درمے قدمے کوشاں ہو گیے، مسلمان کا ہر ہر گھر اور ہر ہر مسجد بجائے خود ایک مدرسہ بن گئی، ہر مسلمان اپنے حق میں متعلم اور دوسرے کے حق میں معلم بن گیا کیونکہ انکا دین ہی خود طلب علم کے لیے سب سے بڑا محرک تھا۔ آپ نے اسی کنجی سے عدالت کا تعطل ختم کیا، اب قانون داں اس قابل تھا کہ اس پر ایک منصف جج کی حیثیت سے اعتماد کیا جا سکے اور ہر مسلمان حاکم اعلی درجہ کا عدل شعار حاکم تھا اور یہ سچے مسلمان سب کے سب محض اللہ کے لیے سچی شہادتیں دینے والے تھے۔ جب اللہ اور آخرت کے حساب و کتاب پر ایمان استوار ہوا تو عدل و انصاف کی فراوانی ہوئی، بے انصافیاں اور بدمعاملگیاں کم سے کم تر ہو گئیں اور جھوٹی شہادتیں اور ظالمانہ فیصلے ناپید ہو گیے۔ خاندانی معاملات جو اس قدر ابتر ہو گیے تھے کہ باپ بیٹے کے درمیان بھائی بھائی کے درمیان، شوہر اور بیوی کے درمیان کشاکش اور چھین جھپٹ کا میدان گرم تھا پھر یہ بیماری خاندانوں کے محدود میدان سے نکل کر معاشرہ کے وسیع میدان میں بھی پہونچ گئی تھی۔ یہی کشاکش نوکر اور مالک کے تعلقات میں بھی برپا تھی حاکم اور رعیت کے تعلقات میں بھی برپا تھی، بڑے اور چھوٹے کے تعلقات میں بھی برپا تھی۔ ہر ایک کا یہ حال تھا کہ اپنا حق کسی طرح چھوڑنا نہ چاہتا تھا اور دوسرے کا حق کسی طرح دینا نہ چاہتا تھا خود اگر کوئی چیز خریدتا تو ناپ تول میں ذرا ذرا سی اونچ نیچ پر باریک بینی سے نظر رکھتا لیکن اگر دوسرے کے ہاتھ کچھ بیچتا تو کم سے کم ناپنے اور تولنے میں پوری پوری مہارت بہم پہونچاتا (اذا اکتالوا علی الناس یستوفون واذا کالوھم او وزنوھم یخسرون)۔ آپ نے اس خاندانی اور معاشرتی نظام کے عقدوں کا حل بھی اسی کنجی سے کیا۔ خاندان اور معاشرہ میں ایمان کا بیج بویا لوگوں کو اللہ کی ناراضی سے ڈرایا اور اللہ تعالی کا یہ ارشاد سنایا۔

يَآاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا ٥

اے لوگو اپنے رب سے ڈرو جس نے تم سب کو ایک نفس سے پیدا کیا (اس طرح کہ) اس کا ایک جوڑا پیدا کیا اور ان دونوں (کی نسل) سے پھیلا دیئے بہت سے مرد اور بہت سی عورتیں۔ اور اس اللہ سے ڈرو جس کے واسطے سے تم مانگتے ہو اور قرابتوں کا خیال رکھو بیشک اللہ تعالیٰ تم پر نگراں ہے۔

اور خاندان اور معاشرے کے افراد میں سے ہر ایک پر کچھ ذمہ داریاں ڈالیں اور اسی طرح از سر نو خاندانی نظام کو بھی عدل، محبت اور راستی کی بنیادوں پر قائم فرمایا اور معاشرہ کو بھی اعلیٰ درجہ کا عدل شعار بنایا۔ معاشرہ کے ہر ہر عضو میں امانتداری کا ایسا گہرا شعور اور خدا ترسی کا ایسا شدید احساس بیدار کر دیا کہ اس معاشرہ کے امراء اور عہدیداران تک پرہیزگاری اور سادہ زندگی کے نمونے بن گئے۔ قوم کے سردار اپنے تئیں قوم کے خادم سمجھنے لگے، والیان سلطنت اپنی حیثیت یتیموں کے سرپرست سے زیادہ نہیں سمجھتے تھے کہ اگر ان کی ذاتی ملکیت کچھ ہے تو سلطنت کے مال و دولت سے کوئی مطلب نہیں اگر نہیں ہے تو بقدر ضرورت لینے پر قناعت ہو۔ اسی ایمان کی بدولت آپ نے دولتمندوں اور تاجروں میں دنیا سے بے رغبتی اور آخرت سے دلچسپی پیدا کی، انھیں بتلایا کہ مال اصل میں اللہ کا ہے تمھیں اس نے اس کے تصرف میں اپنا نائب بنایا ہے۔

وَأَنْفِقُوا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُسْتَخْلَفِينَ فِيهِ۔

اور خرچ کرو اس (مال و دولت) میں سے جس میں اللہ نے تمھیں اپنا نائب بنایا ہے۔

وَآتُوهُمْ مِنْ مَالِ اللَّهِ الَّذِي آتَاكُمْ۔

اور دو ان کو (ضرورتمندوں کو) اس مال میں سے جو اللہ نے تمھیں دے رکھا ہے۔

انھیں تجوریوں میں بند کر کے رکھنے اور راہ خدا میں خرچ نہ کرنے سے یہ کہہ کر ڈرایا۔

وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ۔ يَوْمَ يُحْمَى عَلَيْهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوَى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوبُهُمْ وَظُهُورُهُمْ هَذَا مَا كَنَزْتُمْ لِأَنْفُسِكُمْ فَذُوقُوا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُونَ۔

اور وہ لوگ جو سونے چاندی کے خزانے جمع کرتے ہیں اور اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے آپ انھیں بشارت دیدیجئے دردناک عذاب کی اس دن جبکہ ان کے خزانوں کو دوزخ کی آگ میں تپایا جائیگا پھر اس سے ان کی پیشانیاں، کروٹیں اور پشتیں داغی جائینگی۔ لو یہ ہے تمھارا جمع کیا ہوا اب چکھو اس کا مزہ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیغام اور اپنی دعوت کے ذریعہ سے جس فرد کو تیار کر کے کارگہ حیات میں اتارا تھا

وہ اللہ پر سچا ایمان رکھنے والا، نیک خوئی کو پسند کرنے والا، اللہ کے خوف سے ڈرنے اور لرزنے والا، امانت کا پاس کرنے والا، دنیا پر آخرت کو ترجیح دینے والا، مادہ کو حقیر سمجھنے والا اور اپنی روحانیت سے مادیت پر غالب آنے والا تھا۔ وہ اس بات پر دل سے یقین رکھتا تھا کہ دنیا تو میرے لیے بنائی گئی ہو لیکن میں آخرت کے لیے پیدا کیا گیا ہوں پس یہ فرد اگر تجارت کے میدان میں اترتا تو نہایت سچا اور ایماندار ثابت ہوتا، اگر مزدوری کا پیشہ اختیار کرتا تو نہایت محنتی اور بہی خواہ مزدور ثابت ہوتا۔ اگر مالدار ہو جاتا تو ایک رحم دل اور فیاض دولتمند ثابت ہوتا۔ اگر غریب ہوتا تو شرافت کو قائم رکھتے ہوئے مصیبتوں کو جھیلتا۔ اگر کرسی عدالت پر بٹھایا جاتا تو نہایت سمجھ دار اور منصف جج ثابت ہوتا۔ اگر صاحب سلطنت ہوتا تو ایک مخلص اور بے غرض حکمران ثابت ہوتا۔ اگر آقا ہوتا تو رحم دل اور منکسر المزاج آقا ہوتا۔ اگر نوکر ہوتا تو نہایت چست اور فرمانبردار نوکر ہوتا اور اگر قوم کا مال و دولت اس کی تحویل میں آ جاتا تو حیرت انگیز بیداری اور باخبری سے اس کی نگرانی کرتا ——— یہ تھیں وہ اینٹیں جن سے اسلامی سوسائٹی کی تعمیر کی گئی اور جن پر اسلامی حکومت کی عمارت کھڑی کی گئی۔ اسی بنا پر یہ سوسائٹی اور یہ حکومت ایک بڑے پیمانہ پر افراد کے اخلاق ان کی نفسیات اور ان کے طرز حیات کا مظہر تھی۔ افراد میں جو جو چیزیں تھیں وہ سب کی سب معاشرے میں جمع ہو گئی تھیں، اس کے تاجر کی سچائی اور ایمانداری اس میں تھی اس کے غریب کی خودداری اور مشقت کوشی اس میں تھی، اسکے مزدور کی محنت کشی اور بہی خواہی اس میں تھی، اسکے دولتمند کی فیاضی اور غمخواری اس میں تھی، اس کے جج کی فراست اور عدالت اس میں تھی، اسکے حکمراں کا خلوص اور دیانتداری اس میں تھی، اس کے آقا کا انکسار اور رحمدلی اس میں تھی، اس کے خادم کی جفاکشی اور چستی اس میں تھی اور اس کے خزانچی کی نگرانی اور بیداری بھی اس میں پوری پوری موجود تھی۔ اسلامی سوسائٹی جس طرح اپنے افراد کی خوبیوں کی مظہر اتم تھی اسی طرح اسلامی حکومت بھی تمام خوبیوں کی جامع بلکہ ان کا قوی محرک بن گئی تھی۔ یہ حکومت راستباز تھی، عقیدوں اور اصولوں کو منافع اور مصالح پر ترجیح دیتی تھی، عوام کے مال کو لوٹنے کے بجائے ان کے اخلاق اور عقاید کو بنانے اور سنوارنے کی دلسوزی سے کوشش کرتی تھی۔ سوسائٹی اور حکومت کے اثرات کا نتیجہ یہ تھا کہ انفرادی اور اجتماعی پرائیویٹ اور پبلک زندگی کا ہر ہر گوشہ ایمان و عمل، صدق و خلوص، محنت و کوشش اور عدل و انصاف سے سجا ہوا اور ان سدا بہار پھولوں کی خوشبو سے مہکا ہوا تھا۔

غار حراء پر کھڑا کھڑا میں یہ تمام باتیں اپنے دل میں سوچ رہا تھا۔ میں اپنے ان خیالات اور عہد رفتہ کی یاد میں اتنا غرق ہو گیا کہ تھوڑی دیر کے لیے اپنے وجود سے بالکل بے خبر ہو گیا۔ میرا تصور مجھے اپنے ماحول اور اپنے زمانہ سے اڑا کر الگ لے گیا۔ میری نگاہوں میں اس عہد رفتہ کی عمومی اسلامی زندگی کی تصویر پھرنے لگی میں اس کا رخ جمال اور ایک ایک خط و خال دیکھنے لگا اور بالکل ایسا محسوس ہونے لگا کہ وہی زندگی میرے چاروں طرف پھیلی ہوئی ہے اور میں اس کی روح نواز فضاؤں میں سانس لے رہا ہوں۔ اسی عالم تصور میں مجھے اپنے اس زمانہ کا خیال آیا جس کی فضا میں واقعی میں سانس لیتا ہوں۔ میں نے کہا کہ آج بھی زندگی کی کامیابی اور خوشگواری کے دروازوں پر کچھ نئے قسم کے تالے پڑے نظر آرہے ہیں،

مسائل میں پھیلاؤ اور تنوع کی کوئی حد نہیں رہی ہو اور اسی نسبت سے الجھاؤ اور پیچیدگیاں بھی بڑھ گئی ہیں تو کیا اس حالت میں بھی انہی پرانی کنجی سے ۔ یہ نئے قفل کھل سکتے ہیں؟

یہ سوال میرے دل میں پیدا ہوا مگر میں نے کہا کہ جب تک میں ان تالوں کو اچھی طرح دیکھ بھال کے ان کی حقیقت نہ معلوم کرلوں مجھے کوئی جواب نہ دینا چاہیئے! چنانچہ میں نے جو ان تالوں کو ہاتھ لگایا تو یہ حقیقت کھل کر سامنے آگئی کہ تالے نئے نہیں ہیں وہی پرانے ہیں صرف رنگ روغن نیا ہے اور نہ ہی پیچیدگیاں اور الجھنیں کچھ ایسی نئی ہیں بلکہ ان کی جڑ تو ہو بہو پرانی ہے۔ آج بھی اصل مسئلہ فرد کا مسئلہ ہے جو سارے دوسرے مسائل کا سرا ہے اور یہی ہمیشہ انسانی زندگی کا اصل مسئلہ رہا ہو۔ کیوں کہ فرد وہ اینٹ ہو جس سے سوسائٹی اور حکومت بنتی ہو اور اس کا حال آج یہ ہو گیا ہے کہ مادہ اور قوت کے سوا کسی چیز کو ماننے کے لیے یہ تیار نہیں ہے۔ اپنی ذات اور خواہشات کے ماسوا اسے کسی چیز سے مطلب نہیں ہے' اس دنیا کی قدر وقیمت اس کی نظر میں حقیقت سے بہت زیادہ بڑھی ہوئی ہے ، لذت اور خواہشات کی بندگی حد سے گزر گئی ہے اور اپنے پروردگار سے ، انبیاء کی رسالت سے اور عقیدہ آخرت سے رشتہ بالکل ٹوٹ چکا ہے بس یہی فرد کا بگاڑ ہے جو سوسائٹی کے بگاڑ کا سرچشمہ اور تہذیب کی بدبختی کا ذمہ دار ہے۔ یہ فرد اگر تجارت کرتا ہے تو لالچ اور ذخیرہ اندوزی کا بدترین مظاہرہ کرتا ہو۔ ارزانی کے وقت مال روک لیتا ہے اور گرانی کے زمانہ میں نکالتا ہے اور اس طرح لوگوں کی بھوک اور پریشانی کا سبب بنتا ہے ۔ یہ فرد اگر مفلس ہوتا ہے تو کوشش کرتا ہے کہ اپنی مفلسی کو دور کرنے کے لیے خود کچھ نہ کرے اور دوسروں کی محنتوں کا پھل مفت میں کھالے۔ اگر مزدوری کرتا ہے تو اپنے فرض کی ادائیگی میں کوتاہی کرتا ہے لیکن مزدوری پوری لینا چاہتا ہے۔ اگر دولت مند ہوتا ہے تو اعلیٰ درجہ کا کنجوس اور سنگ دل ہوتا ہے ۔ اگر صاحب اقتدار ہوتا ہے تو لیٹرا اور بددیانت ثابت ہوتا ہے ، اگر مالک ہوتا ہے تو ایک ظالم اور خود غرض مالک ثابت ہوتا ہے جو اپنے فائدے اور اپنے آرام کے سوا کچھ دیکھنا نہیں جانتا۔ اگر نوکر ہوتا ہے تو کام چور اور بے ایمان ، اگر خزانچی بنا دیا جاتا ہے تو غبن کرتا ہے اگر حکومت کا وزیر یا جمہوریہ کا صدر ہو جاتا ہے تو شکم پرور ، روح سے بے خبر اور بندہ نفس ثابت ہوتا ہے جو صرف اپنی ذات اور اپنی پارٹی کے فائدے کو دیکھتا ہے ، اگر لیڈر بن جاتا ہے اور بہت ہی ترقی پسندی کا مظاہرہ کرتا ہے تو بھی اپنی قوم اور اپنے وطن کے حدود سے باہر اس کا خلوص نہیں نکلتا اور اپنے وطن اور قوم کی عزت بڑھانے کے لیے دوسری قوموں اور دوسرے ملکوں کی عزت وآبرو خاک میں ملانے سے کسی وقت بھی گریز نہیں کرتا۔ اگر قانون سازی کا اختیار ہاتھ میں آجاتا ہے تو ظلم کے قانون اور بڑے بڑے ٹیکس مسلط کر دیتا ہے۔ اگر اس کے دماغ میں ایجاد واکتشاف کی صلاحیت ہوتی ہے تو ہلاکت برسانے والے اور تباہی پھیلانے والے آلات ایجاد کرنے لگتا ہو ، زہریلی گیسیں ایجاد کرتا ہے جو نوع انسانی کو ہلاک کر دیں ، بمبار طیارے اور ٹینک بناتا ہے جو بستیوں کو کھنڈر اور راکھ کا ڈھیر بنا ڈالیں ایٹم بم

بنا تا ہے جس کی ہلاکت خیزیوں سے نہ انسان بچ سکتے ہیں نہ حیوان، نہ کھیت اور باغات۔ اور جب اس فرد کو ان ایجادات کے استعمال کرنے کی قوت بھی مل جاتی ہے تو بستیاں کی بستیاں اندھا دھند نشانے پر رکھ لیتا ہے اور آن کی آن میں زندوں کے شہر، شہر خموشاں بنا ڈالتا ہے۔ پھر ظاہر ہے کہ جب اچھے افراد سے مرکب ہونے والا معاشرہ اور ان سے تیار ہونے والی حکومت ان افراد کی تمام خوبیوں کی آئینہ دار ہوتی ہے تو برے افراد سے تیار ہونے والا معاشرہ اور حکومت دونوں لامحالہ ان افراد کی تمام برائیوں اور بیماریوں کی حامل ہوگی۔ اس میں تاجروں کی ذخیرہ اندوزی بھی ہوگی نفع کا لالچ بھی ہوگا تنگ دستوں کی سرکشی بھی ہوگی، مزدور کی کم محنت اور زیادہ اُجرت کی بری عادت بھی ہوگی۔ دولت مند کی ہوس کے جراثیم بھی اُڑ کر اُسے لگیں گے، اپنے حکمراں کی بدنیتی اور عیاری بھی اس میں پھیلے گی، مالکوں کا جور و ستم بھی اس کی عادت میں داخل ہوگا، نوکر کی خیانت اور خازن کا غبن بھی اس میں سرایت کرے گا، وزراء کی نفع پرستی اور لیڈروں کی وطن پرستی بھی اس میں آئے گی، قانون سازوں کے اندھیر اور سائنس دانوں کی بے راہ روی بھی اس میں جمع ہوگی، اور زورِ دولت کی سنگ دلی بھی اس پورے معاشرہ اور پوری حکومت کی خصوصیت بنے گی ——— یہ ہے وہ اصل مادہ فساد جس کے بطن سے وہ تمام بیماریاں، وہ تمام الجھنیں اور وہ تمام پیچیدگیاں پیدا ہوئی ہیں جن سے انسانیت پریشان اور زار و نزار ہے۔ اس مادہ فساد کا نام ہے مادہ پرستی کا ذوق، یا مادہ اور اس کے مظاہر ہی کو سب کچھ سمجھنے کا عقیدہ! بلیک مارکٹنگ اسی کا نتیجہ ہے، رشوت ستانی اسی کا نتیجہ ہے، ہوشربا گرانی اور مہنگائی اسی کا نتیجہ ہے، ذخیرہ اندوزی اسی کا نتیجہ ہے، افراطِ زر اسی کا نتیجہ ہے۔ آج کے مفکرین اور مقننین آج تک ان مشکلات کا کوئی کامیاب حل نہیں ڈھونڈھ کر لا سکے، ایک مشکل کو حل کرتے ہیں تو دوسری نئی مصیبت میں پھنس جاتے ہیں ایک گرہ کھلتی ہے تو کئی اور نئی لگ جاتی ہیں۔ بلکہ اب تو یہ کہنا بھی بیجا نہ ہوگا کہ ان کی عقدہ کشائی بجائے خود نئے نئے عقدوں کو جنم دے رہی ہے۔ جیسے اناڑی ڈاکٹر کے علاج سے صحت کے بجائے کچھ نئے نئے مرض اور پیدا ہو جائیں ——— یہ اس مریض پر روز نئے تجربے کر رہے ہیں۔ انھوں نے سمجھا کہ شخصی حکومت ان تمام امراض کا سبب ہے لہذا اسے ختم کر کے جمہوری طرزِ حکومت کی بنیاد ڈالی۔ مگر اس سے بھی مسئلہ حل نہ ہوا تو بعض نے پھر آمریت اور ڈکٹیٹریٹ کو اختیار کیا، اس سے اور خرابیاں بڑھتی دیکھیں تو پھر جمہوریت کی طرف رجوع کیا۔ ایسے ہی کبھی نظام سرمایہ داری کو اختیار کیا اس سے اور گرہیں بڑھیں تو اشتراکیت اور سوشلزم کو اپنے درد کا درماں سمجھ لیا مگر معاملہ کی نوعیت ذرا نہ بدلی اور مشکلات جوں کی توں یا پہلے سے کچھ سوا ہو گئیں۔ کیوں ——— ؟ اس لئے کہ یہ ساری تبدیلیاں اور سارا ردو بدل اوپر اوپر ہوتا رہا اور مشکلات کی جو جڑ اور بنیاد ہے یعنی فرد اور اس کا بگاڑ! اس کو ہاتھ نہیں لگایا گیا اس میں کسی اصلاح و تغیر کی کوشش نہیں کی گئی اور قصداً یا بلا قصد اس حقیقت سے غفلت برتی گئی کہ اصل فساد اور ٹیڑھ فرد میں ہے جس کی بدولت معاشرہ اور حکومت میں بھی ٹیڑھ پیدا ہو گئی ہے لیکن

میں تو یہ کہتا ہوں کہ اگر یہ اس حقیقت کو خوب سمجھ بھی لیتے اور برائیوں کی اس جڑ کو پا بھی لیتے تب بھی اس کا علاج ان کے بس کی بات نہ تھی۔ مانا کہ ان کے پاس اشاعت علم کے مؤثر ذرائع ہیں اور یہ دور ہی تعلیم و تربیت کی ترقی کا دور ہے مگر ان کے ہاتھ میں وہ طاقت تو نہیں ہے جس سے فرد کا رخ شر سے خیر کی طرف اور تخریب سے تعمیر کی طرف موڑ دیں۔ کیوں کہ یہ روحانیت بلکہ روح کی وقعت ہی سے عاری اور ایمان سے خالی ہیں، ان کے پاس دل کو غذا دینے اور اس میں ایمان کا پودا لگانے کا سامان نہیں ہے۔ ان کے ہاتھوں سے وہ چیز نکل چکی ہے جو عبد اور معبود کے درمیان رشتہ جوڑے، اس زندگی کے ساتھ دوسری زندگی کا تعلق قائم کرے، روح و مادہ کے درمیان توافق پیدا کرے اور علم کو اخلاق سے وابستہ کرے۔ ان کے روحانی افلاس، اندھی مادیت اور غرور عقل نے تو ان کو اب اس حد تک پہونچا دیا ہے کہ تخریب و تباہی کے اس آخری تیر سے بھی اپنے ترکش کو خالی کر لینا چاہتے ہیں جس کی ہلاکت خیزیوں سے انسانیت کا پورا کنبہ نیست و نابود، اور پورا کرۂ ارض اجاڑ اور ویران ہو سکتا ہے۔ خدانخواستہ اگر اس وقت دنیا کی متحارب طاقتوں نے ان خوفناک ہتھیاروں کے ساتھ جنگ کا میدان گرم کیا تو یقیناً ان کے یہ ایجادات و آلات تہذیب و انسانیت کا خاتمہ کر دیں گے۔

افادات حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ

حقوق العباد کی اہمیّت

حقوق العباد اتنی بڑی چیز ہیں، لوگوں کو اسکی پرواہی نہیں، نماز روزہ کرتے ہیں، تسبیح پڑھتے ہیں، کسی کا اناج دبالیا، زمین دبالی، خصوصاً زمینداروں کو بالکل اس طرف توجہ نہیں اور وہ کہتے ہیں.

لاریاستة الابالسیاسة - ریاست بدوں سیاست کے نہیں ہوتی.

ای بالسیاسة المتلفة لحقوق الغیر- یعنی ایسی سیاست سے جو حقوق غیر کو تلف کرنے والی ہو۔

ایک صاحب بہت معمر ہمارے ہاں کے پرانے کا چونہ اکھاڑ رہے تھے، کہا گیا یہ کیا کرتے ہو جواب دیا اجی میں مخادیم بھی ہوں جیوں بھی ہوں غرض یہ مخدومیت و شیخ زادگی کا قیام بغیر ظلم نہیں ہوتا اس لئے ظلم کرتا ہوں کہ ظلم نہ کرنا شیخ زادگی کے خلاف نہ ہو چونکہ مخادیم ہیں۔ اس لئے بغیر ظلم کیسے زندگی بسر کر سکتے ہیں۔ انہوں نے ہی کہیں مسخرے میں سے لیکر کاٹ لیا۔ کہیں کسی کا قرض سے کر مار لیا۔ چار سو یا پانچ سو چار ہزار۔ یا پانچ ہزار کچھ پرواہ ہی نہیں، زمینداری میں بڑا ظلم ہوتا ہے، اس سے قلب مسخ ہو جاتا ہے۔ (بھلائی برائی کی تمیز نہیں کر سکتا۔)

بعض لوگ کہتے ہیں کہ کافر کا حق مار لو اس کا کچھ حرج نہیں۔ حالانکہ یہ زیادہ حرج کی بات ہے۔ اس لئے کہ قیامت میں جب نیکیاں چھین کر اہل حقوق کو دی جاویں گی تو مسلمان کو ہی اگر ملیں تو اچھا ہے اس سے کہ کافر کو ملیں۔

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب قدس سرہٗ بڑے محقق عالم تھے۔ فرمانے لگے کہ اگر بے ایمانی کرنا ہو تو مسلمان کا حق مارے کافر کی حق تلفی نہ کرے تاکہ نیکیاں کافر کے پاس نہ جاویں، اسی طرح ایک اور لطیف بات فرماتے تھے جس سے آپ کی شانِ محققیت ظاہر ہوتی ہے۔ فرمانے لگے جو شخص اولیاء اللہ اور ملائکہ کو سجدے کرے وہ زیادہ احمق ہے، اس شخص سے جو فرعون کو سجدہ کرے، ظاہر ہے کہ ایک بادشاہ کے سامنے دو شخص ہوں جن میں سے ایک تو کہتا ہے کہ میں بادشاہ ہوں، دوسرا ہاتھ جوڑے کھڑا ہے کہ میں غلام ہوں، اب تین شخص آئے ان میں سے ایک نے تو بادشاہ کو بادشاہ تسلیم کیا اور دوسرا شخص جو دعویٰ بادشاہی کرتا ہے۔ اسے باغی سمجھا اور تیسرے کو غلام قرار دیا۔ یہ شخص تو منصف اور عاقل ہے۔ اور ایک شخص نے باغی کو بادشاہ سمجھ کر اسکی اطاعت کی اور

بادشاہ کی پرواہ نہ کی تو یہ سرکش اور نادان ہے۔ اور تیسرے نے غلام کو بادشاہ، اس سے زیادہ احمق ہے۔
اسی طرح فرعون تو اپنے کو خدا کہتا تھا۔ اگر اس کے اس دعویٰ سے کوئی دھوکا میں آجاوے اتنا عجیب نہیں جتنا
اولیاء اللہ جو کہ خود غلامی کے مقر ہیں۔ ان کو سجدہ کرنا اور ان کے ساتھ وہ برتاؤ کرنا جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ
کرنا زیبا ہے عجیب ہے۔

اسی قبیل سے یہ بات ہے کہ اگر حق تلفی ہی کرنا ہے تو کسی مسلمان کی کرے تاکہ نیکیاں کافر کو تو نہ ملیں مسلمان ہی
کے پاس رہیں۔ پلیٹ فارم پر خلاف قانون بغیر ٹکٹ چلا جانا پندرہ سیر بوجھ سے جانے کی اجازت ہے، اس سے
زیادہ لے جانا یہ سب حقوق العباد میں داخل ہے۔ میرے ایک دوست چند بار انٹر میں تھرڈ کا ٹکٹ لے کر
سوار ہو گئے اور کبھی بغیر محصول ریل میں قاعدے سے زیادہ اسباب لے گئے پھر اللہ تعالیٰ نے ہدایت کی فہرست
بنائی ہے۔ اور اب ادا کر رہے ہیں۔ اگر کسی کو شبہ ہو کہ ہمارے ذمہ ایک روپیہ رہ گیا تو اب یہ مشکل ہے کہ اسٹیشن
پر ادا کرے اگر رسید نہ لو تو شاید مہتمم اسٹیشن خود ہی رکھ لے اور اگر رسید لو تو اس میں اقرار جرم ہے۔ فوجداری
کا مقدمہ قائم ہوتا ہے۔ سو اچھا شریعت پر عمل کیا کہ یہ نوبت پیش آئی۔ جواب یہ ہے کہ اگر واقعی شریعت پر عمل
کیا جاوے تو پوری راحت اور چین میسر ہو سکتا ہے۔ یہ خرابی تو جب ہی پیش آئی جبکہ شریعت پر عمل نہ کیا۔ اور اب
جو اس نے توبہ و تدارک کا ارادہ کیا ہے تو حق تعالیٰ کا یہ وعدہ اس کے لئے پورا ہوگا۔

ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا ویرزقہ	یعنی جو اللہ سے ڈرتا ہے، اللہ اسکی رہائی کر
من حیث لا یحتسب	دیتا ہے۔ (مشقتوں سے) اور ایسی جگہ سے
	رزق دیتا ہے، جہاں سے گمان بھی نہ ہو۔

(جاننا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ قول من حیث لا یحتسب۔ اس بات کا فائدہ دیتا ہے کہ رزق کے بارہ میں
اس کو مشقت اٹھانی نہیں پڑتی اور وہ کامل طور سے غیر اللہ کی طرف نہیں نظر کرتا اور فی الجملہ غیر کیطرف نظر کرنا ایسی
جگہ میں کہ جہاں رزق ملنے کا گمان ہے، اسکو ضروری ہے۔)

اور وہ وعدہ اس طرح پورا ہوا ہے کہ میرے ایک دوست نے اس رقم ریلوے کے ادا کرنے کی ایک
ترکیب سوچی ہے۔ اور مجھ سے بیان کیا کہ جس لائن کی رقم رہ گئی ہے۔ اس رقم کا اسی لائن کا ٹکٹ جتنی دور تک
کا مل سکے خرید کر چاک کر ڈالے اور استعمال میں نہ لاوے۔ (اس لئے کہ جس لائن کا نقصان کیا تھا وہ اس طریق پر پورا
کر دیا گیا۔) میں نے بھی پسند کیا مگر یہ خیال رہے کہ ایک لائن کا حق دوسری لائن کا ٹکٹ لینے سے ادا نہ ہوگا۔ اس
لئے کہ کمپنی جدا ہے۔ ایسٹ انڈیا، اودھ روہیل کھنڈ وغیرہ۔ مگر یہ وقت ایسا عجب ہے۔ کہ اگر کوئی حقوق سے
سبکدوش ہونا چاہے تو اس کو احمق بتاتے ہیں۔ چنانچہ میرے ایک دوست بی اے سفر میں بوجہ تنگی وقت بغیر وزن

کرائے اسباب کے ریل میں سوار ہوگئے، اسٹیشن پہ پہنچ کر ٹکٹ بابو سے کہا کہ اسباب بظاہر زیادہ ہے اور قصہ بیان کیا اور کہا کہ آپ وزن کرکے محصول لے لیجئے وہ منہ دیکھنے لگا اور کہا سے بھی جاؤ بغیر محصول کے انہوں نے کہا کہ آپ مالک نہیں اس لئے آپ کیسے چھوڑ سکتے ہیں۔ وہ ان کو اسٹیشن ماسٹر کے پاس لے گیا، اس نے بھی وہی کہا جو ٹکٹ بابو نے کہا تھا، انہوں نے بھی وہی جواب دیا جو اسکو جواب دیا تھا، پھر وہ دونوں باہم انگریزی میں گفتگو کرنے لگے یہ بھی بی اے تھے گفتگو کو سمجھ گئے وہ کہہ رہے تھے کہ اس شخص نے شراب پی ہے۔ انہوں نے کہا میں نے شراب نہیں پی، اہل حق کا حق ادا کرنا چاہتا ہوں۔

یہ روایت شاید پہلے بھی میں نے بیان کی ہے لوگوں کو اتنی اجنبیت ہوگئی ہے حق سے کہ کسی کا حق ادا کرنے سے فساد عقل تصور کیا جاتا ہے۔ (ذرا غور فرمائیے مخالفین اسلام کے اخلاق مہذبہ اور دیانت اور نئی روشنی پہ) واقعی انہوں نے شراب محبت الٰہی تو پی تھی جس نے ایسا مست کردیا اور وہ مست لا یعقل ہی ہونے کیلئے پی جاتی ہے ؎

جرعہ خاک آمیز چوں مجنوں کند　　　صاف گر باشد ندانم چوں کند

یعنی جب ایک گھونٹ خاک آلودہ مجنون بنا دیتا ہے۔ اگر صاف و شفاف ہو تو نہ معلوم کیا کرے گا۔ یعنی جب تھوڑی محبت الٰہی غیر خالص پہ اثر کرتی ہے۔ اگر خالص ہو تو نہ معلوم کیا کرے گی۔ ؎

آزمودم عقل دور اندیش را　　　بعد ازیں دیوانہ سازم خویش را

عقل دور اندیش کو بارہا آزمایا جب اس سے کلام نہ نکلا تو اس کے بعد اپنے آپ کو میں نے دیوانہ بنایا۔

بادہ در جوشش گدائے جوش ماست　　　چرخ در گردش اسیر ہوش ماست

یعنی شراب اپنے جوش میں ہمارے جوش کی محتاج ہے۔ آسمان گردش میں ہمارے ہوش کا اسیر ہے۔

غرض ان لوگوں نے محصول نہیں لیا۔ آخر انہوں نے اسباب وزن کرکے ٹکٹ خریدا اور پھاڑ کر پھینکدیا اور اس طریق پہ حق ریلوے ادا کیا۔ یہ اسی محبت کا نتیجہ ہے۔ کہ ایسا خوف غالب ہوا کہ بغیر ایصال حق چین نہ پڑا۔ دین وہ چیز ہے۔ کہ بغیر اس کے امن دنیا میں قائم نہیں رہ سکتا۔

لا تفسدوا فی الارض بعد اصلاحھا و ادعوہ ای اعبدوہ۔	تم لوگ زمین میں بعد اس کے کہ اسکی درستی کردی گئی ہے۔ فساد مت پھیلاؤ اور تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔

عابد کبھی مفسد نہیں ہوسکتا قیامت تک یہ سب حقوق العباد ہیں جو شہادت سے بھی معاف نہیں ہوتے پس اس شب میں باوجود رحمت کے عام ہونے کے بھی جن کی مغفرت نہ ہوئی، سمجھئے کہ بڑے ہی ناقابل ہیں۔ اس پہ ایک مضمون

یاد آیا ؎

اس کے الطاف تو ہیں عام شہیدی سب پر　　　　تجھ سے کیا ضد تھی اگر تو کسی قابل ہوتا

لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ خدا تعالیٰ ان پر رحمت فرمانے کا ارادہ کرتے ہیں اور پھر بھی، ان کی ناقابلیت کے سبب رحمت ان سے متعلق نہیں ہوتی، جیسے کسی کا قول ہے۔ ؎

نقصان ز قابل ست وگرنہ علی الدوام　　　　فیض سعادتش ہمہ کس را برابر ست

نقصان قابل کی طرف سے ہے ورنہ محبوب حقیقی کا فیض سعادت تمام لوگوں پر برابر جاری ہے۔ ▬▬
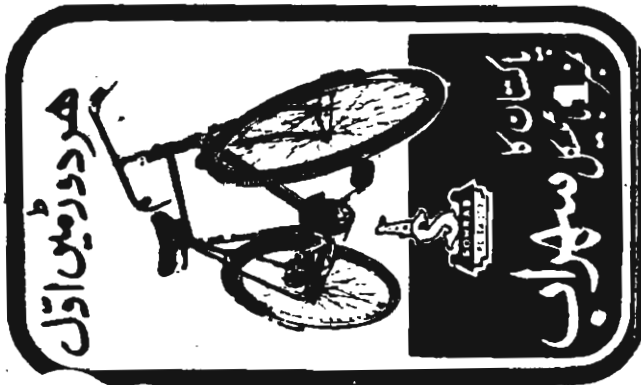
مولانا محمد تقی امینی

خطاب عید الفطر

یہ خطاب عید الفطر کے دن مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں پڑھا گیا

حضرات۔ آج عید کا دن ہے جو دنیا کے تہواروں اور میلوں سے مختلف ہے۔ ہماری عید میں مادی راحتوں اور جسمانی لذتوں سے ہٹ کر اس حقیقت کا اعلان ہے کہ دنیا کی طاقتوں سے بڑی ایک دوسری طاقت اور اس زندگی سے زیادہ حقیقی ایک دوسری زندگی ہے جس میں ذرہ ذرہ کا حساب دینا اور ہر حس وحرکت کا جواب دینا ہے۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے عید کی حقیقت اس طرح بیان کی ہے:۔

"عید یہ نہیں ہے کہ عمدہ کپڑے پہنے جائیں عمدہ کھانے کھائے جائیں پسندیدہ چیزیں استعمال کی جائیں اور لذات وشہوات سے لطف اندوز ہوا جائے بلکہ عید یہ ہے کہ طاعات میں قبولیت کی علامت ظاہر ہو۔ گناہوں کے لیے کفارہ ہو۔ برائیاں نیکیوں سے بدل دی جائیں بلندی درجات کی بشارت ہو۔ نور ایمانی سے شرح صدر ہو۔ اور قوۃ یقین سے سکون قلب حاصل ہو وغیرہ"[۱]

---

[۱] عبدالقادر جیلانی۔ کتاب الغنیۃ لطالبی طریق الحق فی معرفۃ آداب الشریعۃ جز ثانی فصل فی ذکر الفطر ص۱۵۱

عید کے لیے اس دن کا انتخاب کیا گیا جس دن انسان تربیتی کورس مکمل کر کے عید منانے کے قابل ہوا یعنی ایک ماہ تک مسلسل نماز قرآن اور بالخصوص روزے کے ذریعہ انسان اپنی خواہشات پر قابو حاصل کرتا رہا اور زندگی میں ان صفات اور خصوصیات کو ابھارتا رہا جن سے ذات باری تعالیٰ کے ساتھ مناسبت پیدا ہوتی اور روح اپنے سرچشمہ سے اتصال پیدا کرتی ہے امام غزالیؒ نے روزہ کا یہ مقصد بیان کیا ہے۔

"روزہ سے مقصود اللہ کے اخلاق میں بالخصوص صمدیت یعنی بے نیازی کی صفت سے متصف ہونا اور بقدر امکان خواہشات پر قابو پاکر فرشتوں سے مشابہت پیدا کرنا کیونکہ فرشتے خواہشات سے منزہ اور پاک ہوتے ہیں۔"[1]

عید کی تقریب دراصل اس احسان کا شکرانہ ہے جو بطور خاص اللہ نے مسلمانوں کے ساتھ کیا ہے۔ تقریباً دو ہزار سال تک دنیا کی امامت و پیشوائی بنی اسرائیل کے پاس رہی اور جب وہ اس قابل نہ رہے تو شب قدر میں یہ امامت و پیشوائی امت مسلمہ کی طرف منتقل ہوگئی جس کی صورت یہ ہوئی کہ اس شب میں نبوت کا تاج حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک پر رکھا گیا اور پھر آپ کے واسطہ سے اس تاج کی وراثت امامت اور پیشوائی کی شکل میں امت مسلمہ کے حصہ میں آئی۔ اس منصب کی بدولت یہ امت دوسری تمام قوموں سے ممتاز اور افضل قرار پائی اور بطور شکرانہ ایسی عید یا جشن مسرت منانے کا حکم دیا گیا جو منصب امامت کی نمائندگی کرنے والا اور اس کے شایان شان ہو۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور امت مسلمہ کی امامت نے دنیا کو جو کچھ دیا اس کی داستان نہایت طویل ہے تفصیل کا یہ موقع نہیں۔ نبوت نے دنیا کو جو سب سے زیادہ قیمتی شے عطا فرمائی وہ "انسان" ہے جس میں نبوت کی تعلیم و تربیت سے متضاد اوصاف و کمالات کی نمو ہوئی۔ اقبال نے کہا ہے ؎

خاکی و نوری نہاد بندۂ مولیٰ صفات	ہر دو جہاں سے غنی اس کا دل بے نیاز
اس کی امیدیں قلیل اس کے مقاصد جلیل	اس کی ادا دلفریب اس کی نگہ دلنواز

نرم دمِ گفتگو گرم دمِ جستجو　　　رزم ہو یا بزم ہو پاک دل و پاکباز

اس کے زمانے عجیب اس کے فسانے غریب　　　عہدِ کہن کو دیا اس نے پیامِ رحیل
ساقیِ اربابِ ذوق فارسِ میدانِ شوق　　　بادہ ہے اس کا رحیق۔ تیغ ہے اس کی اصیل

یہ انسان صرف بندگی کے لیے کار آمد نہیں ثابت ہوا بلکہ زندگی کے ہر میدان میں کارآمد ثابت ہوا۔ اور جو کام بھی اس کے سپرد ہوا اس میں اپنی اہلیت و فرض شناسی کا زیادہ سے زیادہ ثبوت دیا۔

نبوت نے انسان کو انسان بنانے کے لیے جو معلومات فراہم کیں اور جو معیارات قائم کیے وہ اس دور میں بالخصوص توجہ کے لائق ہیں مثلاً

(۱) نبوت نے زندگی کے راز اور انسان کی سائنس سے واقف کرایا۔ زندگی کا راز اندرونی حصہ کے تاروں میں پوشیدہ ہے اور انسان کی سائنس ایک ذی شعور طاقت سے ان تاروں کا صحیح ربط قائم کرنے میں مخفی ہے۔ ان دونوں تک رسائی اس جدید انسان کے بس سے باہر ہے جس کو عقل و ہوس نے اختراع کیا، صنعت نے پیدا کیا اور پھر ریسرچ و تحقیق کے ذریعہ اس کو سرتاسر آدمی بنادیا۔

(۲) نبوت نے نورانی شعاعوں کے ذریعہ زندگی کے ان مخفی تاروں کا عکس لیا جن کو چھیڑے بغیر زندگی کے ساز میں سوز نہیں پیدا ہوتا اور بہت سے نغمے خاموش رہتے ہیں پھر زندگی زندگی سے گریزاں نبتی اور تمدن خود تمدن کا دشمن ثابت ہوتا ہے۔

(۳) نبوت نے انسان کے نورانی اصل ہونے کا ثبوت فراہم کیا اور پھر اس کی مناسبت سے اخلاق و کردار کا معیار مقرر کیا، حلال و حرام کے درمیان تمیز کی جائز و ناجائز اور اچھائی و برائی کی تقسیم کی۔

(۴) نبوت نے زندگی کے "اقدار" متعین کر کے ان کا سرچشمہ اللہ کی صفات کو قرار دیا جن میں تبدیلی اور زمان و مکان کی پابندی نہیں ہوتی بلکہ ہمیشہ ان کا وجود یکساں قائم رہتا ہے۔

(۵) نبوت نے عقل کو جذبات و خیالات پر غالب رکھنے کا بندوبست کیا اور روح کو سکون و اطمینان دینے کے لیے اس کے سرچشمہ سے ربط و تعلق پیدا کرایا۔

اسی طرح امت مسلمہ کی امامت نے دنیا کو جو کچھ دیا وہ بھی بہت طویل ہے یہاں چند کردار پیش کیے جاتے ہیں جن میں عبرت و بصیرت ہے۔

(۱) حضرت ابوبکرؓ کی بیوی نے ایک دن شیرینی کی فرمائش کی جواب دیا کہ میرے پاس گھر کے بقدر ضرورت روزمرہ خرچ سے زائد رقم نہیں ہے کہ اس سے شیرینی منگا سکوں بیوی نے کہا کہ اجازت ہو تو اسی میں سے کچھ رقم جمع کر کے خدمت میں پیش کردوں فرمایا اگر ایسا کرسکتی ہو تو میری طرف سے اجازت ہے۔ چند روز بعد کچھ رقم جمع کر کے حضرت ابوبکر کو دی تو فرمایا کہ یہ رقم ضرورت سے زائد معلوم ہوتی ہے اس لیے یہ بیت المال کا حق ہے۔ حضرت ابوبکرؓ نے نہ صرف یہ رقم سرکاری خزانہ میں جمع کردی بلکہ اس مقدار کو مستقلاً تنخواہ سے یہ کہہ کر کم کردیا کہ ابوبکر کے اہل و عیال شیرینی کھائے بغیر بھی زندہ رہ سکتے ہیں ۱؎۔

(۲) حضرت عمرؓ کی بیوی نے (غالباً قحط کے زمانے میں) ایک مرتبہ گھی خریدا تو پوچھا کیسے خریدا ہے جواب دیا آپ کی تنخواہ سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے میں نے اپنی ذاتی رقم سے خریدا ہے فرمایا میں اس کو اس وقت تک نہ چکھوں گا جب تک دوسرے لوگ اس کو استعمال نہ کرنے لگیں ۲؎۔

حضرت عمرؓ نے ایک مرتبہ اپنے بچہ کے ہاتھ میں تربوز دیکھا تو کہا کہ تمھیں شرم نہیں آتی ہے تم امیرالمومنین کے بیٹے ہو کر پھل کھا رہے ہو اور محمدؐ کی امت لاغر و نحیف ہو رہی ہے۔ بچہ روتا ہوا بھاگا لوگوں نے کہا کہ اس نے پیسہ سے نہیں خریدا بلکہ کھجور کی گٹھلیاں دے کر خریدا ہے ۳؎

(۳) حضرت علیؓ عید کے دن خشک روٹی کھا رہے تھے پوچھنے پر جواب دیا کہ ہماری عید اس دن ہوتی ہے جس دن کوئی گناہ نہ ہو ۴؎

(۴) حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ جب خلیفہ ہوئے تو ذمہ داری محسوس کر کے رونے لگے۔ یہاں تک کہ آنسوؤں سے ان کی ڈاڑھی تر ہوگئی ان کی بیوی فاطمہ نے رونے کا سبب پوچھا تو فرمایا میں نے پوری امت کی ذمہ داری لی ہے اس میں ہر قسم کے لوگ ہیں بھوکے فقیر، بے سہارا، بعض بے سروسامان مجاہد، بے بس مظلوم، غریب قیدی۔ بہت بوڑھے کثیرالعیال جن کے پاس مال کم ہے۔ اسی طرح

۱؎ ابن اثیر ج ۲ ص ۱۹۱ ۲؎ تاریخ عمر لابن الجوزی الباب الثالث والثلثون ص ۸

۳؎ ایضاً ص ۹۱ ۴؎ کتاب الغنیۃ حوالہ بالا

مختلف علاقوں کے رہنے والے دوسرے ضرورت مند ہیں۔ قیامت کے دن ان سب کے بارے میں مجھ سے بازپرس ہوگی اور ان کے مقدمہ کی پیروی کرنے والے اللہ کے رسول ہوں گے۔ مجھے اندیشہ ہے کہ میں جرح میں ٹوٹ جاؤں اس لیے اپنی جان پر ترس کھا کر رو رہا ہوں[لہ]

(۵) امت مسلمہ نے علماء و صوفیاء کی شکل میں ایک کردار پیش کیا جنھوں نے بادسموم کی لپیٹ کا مقابلہ کر کے نبوت کی تعلیمات اور اس کے معیارات کو برقرار رکھا۔ اگر صوفیاء نہ ہوتے تو اسلام اتنا زیادہ وسیع نہ ہوتا۔ علماء نہ ہوتے تو اسلام کی صحیح تعلیم اجاگر نہ ہوتی پھر امامت و پیشوائی کی بات بے معنی ہو کر رہ جاتی۔ ابھی تو نہیں قیامت کے دن جب حفاظت دین کے متعلق بازپرس ہوگی اور اس سلسلہ میں ایثار و قربانی اور کارگزاری سننے سنانے کا وقت ہوگا تو یہی بوریہ نشین سامنے آکر کہیں گے۔ بارالٰہا جب انہوں نے غیروں سے آشنائی کی تھی اور روح وجسم دونوں مرہون ہو گئے تھے۔ جب غیروں نے مکین ومکان پر منظم حملہ کیا تھا اور دل و دماغ دونوں مجروح ہو چکے تھے۔ جب بادسموم کے تیز و تند جھونکے نبوّت کی شمع کافوری کو گل کر رہے تھے اور شمع بجھ بجھ کر جل رہی تھی تو ایسے نازک وقت میں اگر ہم سے کچھ نہ ہو سکا تو غیروں کی دشمنی مول لے کر "ملبہ" کی رکھوالی کی۔ اپنوں کے طعن سنکر شمع کافوری کی حفاظت کی۔ دوسروں کی پیش کش کو ٹھکرا کر اجڑے آشیانہ کی یاد تازہ رکھی حتیٰ کہ ایک وقت ایسا بھی آیا کہ ہر طاقت سلب ہوگئی ہر حرکت بند ہوگئی صرف آنکھ کی چمک دیکھ کر اپنی تسلی کی اور سامنے سے کسی کو ساغر دنیا اٹھانے نہ دیا۔

علماء و صوفیاء کے علم و ہنر کا امتحان کم ہوا لیکن کردار کا امتحان ہر وقت ہوتا رہا اور ناکامی سے نہیں بلکہ کامیابی کی بنا پر ان کے نشیمن جلتے رہے اس کے باوجود حفاظت دین کی خدمت میں فرق نہ آنے دیا۔ امت مسلمہ کی تاریخ میں جب تک نبوت کی تعلیم اور تاریخی کردار محفوظ رہیں گے وہ دنیا کی امامت و پیشوائی سے دست بردار نہ ہو سکے گی اور یہ بھی توقع ہے کہ جشن عید منانے میں اپنی آن و شان کو برقرار رکھے گی۔ دنیا میں حسن کی کمی نہیں "آن" کی کمی ہے صرف ادا کافی نہیں شان کی ضرورت ہے۔ جب تک یہ دونوں امت مسلمہ کی زندگی میں برقرار رہیں گے اس کی جاذبیت و دلکشی میں فرق نہ آئے گا اور جب یہ دونوں ختم ہو جائیں گے تو گھاس پھوس سے زیادہ

لہ تاریخ الکامل ج ۵ صـ۲۳ و کتاب الخراج صـ۱

باقی صـ۳۲ پر

کالونی سرحد ٹیکسٹائل ملز لیمیٹیڈ اسماعیل کوٹ نوشہرہ

تار کا پتہ : کالونی ملز نوشہرہ — فون نمبر 287، 317

کالونی سرحد کی (کاٹن) مصنوعات

ملیشیا M 60 سوٹنگ بسمر بیہ

لٹھا CS. 16000 سرحدی لٹھا - R-465 عرض 63″

کاٹن رنگین CS-936 نوشہرہ لان 36″ اور 44″ میں

زین رنگین، سفید CS. 590

شرٹنگ - ڈیلکس سٹیپر - فینسی چیک -

تولیے - مختلف سائز کے سفید، رنگین اور دھاری دار -

پولی کاٹ (۳۵ فیصد پولسٹر اور ۶۵ فیصد کاٹن) کی مصنوعات -

پاپلین - سفید اور رنگین

زین - سفید اور رنگین

شرٹنگ - دھاریدار اور چیک

اب کالونی سرحد آپ کے لیئے نت نئے رنگوں اور ڈیزائنوں میں کوالٹی کی نفاست اور پائیداری کی روایات کو برقرار رکھتے ہوئے دلکش پارچات تیار کروا رہے ہیں

★

ہیڈ آفس

کالونی سرحد ٹیکسٹائل ملز لیمیٹیڈ ۱۲۵ شاہراہ پہلوی روڈ

راولپنڈی

پوسٹ بکس نمبر ۳۴۱

تار کا پتہ : کالونی ملز راولپنڈی — فون نمبر 3-64931

مولانا محمد داؤد صاحب۔ کراچی

فقہ اسلامی کی حقیقت اور اہمیت

فقہ کیا ہے ۔؟ لغت عربی میں لفظ فقہ کے معنی پھاڑنے اور کھولنے کے ہیں۔ چنانچہ امام لغت علامہ جاراللہ زمخشری متوفی ۵۳۸ھ لکھتے ہیں۔ الفقہ حقیقۃ الشق والفتح [۱] کہ فقہ کی حقیقت تحقیق و تفتیش کرنا اور کھولنا ہے ـــــ لیکن بعد میں اس لفظ کے معنی میں وسعت پیدا کر دی گئی۔ فہم و علم، گہری سوجھ بوجھ اور بصیرت و حذاقت کے معنی میں استعمال ہونے لگا، اور وجہ مناسبت بھی ان دونوں معنوں میں ظاہر ہے وہ یہ کہ کسی شے کے علم و فہم ہی سے حقیقت منکشف اور واضح ہوتی ہے۔ فقہ کے معنی میں اس وسعت کے پیدا ہو جانے کے متعلق صاحب "القاموس المحیط" فرماتے ہیں۔

الفقہ العلم بالشئی والفہم لہ والفطنۃ [۲] فقہ لغت میں کسی چیز کے جاننے اور سمجھنے اور اس میں بصیرت و حذاقت حاصل کرنے کو کہتے ہیں۔

قرآن مجید میں بھی لفظ فقہ بارہا عقل و فہم اور گہری سوجھ بوجھ اور بصیرت کے معانی میں استعمال کیا گیا ہے۔ چنانچہ متعدد جگہ پر اللہ جل شانہٗ نے کافروں کی مذمت اور برائی بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

بانہم قوم لا یفقہون۔ [۳] بلاشبہ وہ ایسے لوگ ہیں جو سمجھتے نہیں ـــــ ایک دوسرے مقام پر ارشاد فرماتے ہیں: قالوا یا شعیب ما نفقہ کثیرا مما تقول [۴]۔ بولے اے شعیب ہم نہیں سمجھتے بہت باتیں جو تو کہتا ہے۔ سورۃ حشر میں منافقوں کی ناسمجھی کو واضح کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

لانتم اشد رھبۃ فی صدورھم من اللہ ذالک بانہم قوم لا یفقہون۔ [۵]۔ بیشک تمہارا خوف ان کے دلوں میں اللہ سے بھی زیادہ ہے۔ یہ اس لئے کہ یہ قوم سمجھ سے کام نہیں لیتی۔

جس طرح قرآن مجید اور لغت عرب میں فقہ کو عقل و فہم اور دانش وغیرہ معانی کے لئے استعمال کیا گیا ہے۔ اسی طرح حدیث نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام میں بھی اس لفظ کے یہی وسیع اور عام معنی مراد لئے گئے ہیں۔ مثلاً ایک حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: من یرد اللہ بہ خیراً یفقہہ فی الدین۔ [۶] اللہ

تعالیٰ جس شخص کے ساتھ خیر کا ارادہ کرتا ہے۔ اسکو دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے۔ اسی طرح حضرت ابن عباسؓ کو آپ نے ایک موقعہ پر دعا دی۔ اللّٰھم فقھہ فی الدین وعلمہ التاویل ۵۔ اے اللہ اس کو دین کی سمجھ اور قرآن کی تفسیر تعلیم فرما —— پھر اسی مناسبت سے عرف عام میں علم شریعیت اور علم دین پر یہ لفظ اس طرح بولے جانے لگا کہ گویا اسکی اصل وضع ہی اسی معنی کے لئے ہے۔ چنانچہ صاحب "تاج العروس" تحریر فرماتے ہیں:

وقد غلب علی علم الدین لشرفہ وسیادتہ وفضلہ علی سائر انواع العلم کما غلب النجم علی الثریا والعود علی الصندل ۶	لفظ فقہ علم دین پر اسکی بزرگی اور برتری اور دوسرے علم پر اسکی فضلیت کی بناء پر عام طور پر بولے جانے لگا، جیسے لفظ نجم ثریا پر اور لفظ عود خوشبودار لکڑی پر بولا جاتا ہے۔

ائمہ لغت کی تصریحات سے معلوم ہوا کہ لفظ فقہ اپنے لغوی معنی سے ہٹ کر مخصوص مفہوم یعنی علم دین اور علم شریعیت کے لئے مستعمل ہونے لگا پھر علم دین اور علم شریعیت پر اس کا اطلاق عمومی ہوا اور دین کے ہر پہلو پر گہری نظر وبصیرت اور غور وفکر کو فقہ کہا جانے لگا۔ چنانچہ صدر اسلام یعنی عہد رسالت میں فقہ کا مفہوم نہایت ہی وسیع اور اسلامی زندگی کے تمام شعبوں پر حاوی تھا۔ جیساکہ حضرت ابن عباسؓ سے ولولا نفر من کل فرقۃ طائفۃ لیتفقھوا فی الدین۔ کی تفسیر میں علامہ ابوجعفر محمد بن جریر بحری متوفی ۳۱۰ھ یہ الفاظ نقل کرتے ہیں:

قولہ تعالیٰ لیتفقھوا ای یتعلمون ما انزل اللہ علی نبیہ ویعلموہ السرایا اذا رجعت الیھم لعلھم یحذرون۔ ۹	اللہ تعالیٰ کے قول لیتفقھوا فی الدین کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جو کچھ اتارا ہے وہ سیکھتے ہیں اور جب لشکر واپس آتے ہیں تو ان کو تعلیم دیتے ہیں۔

نیز علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

ولیقم فریق یتفقھون فی الدین ویحفظون الحریم حتی اذا عاد النافرون اعلمھم المقیمون ما تعلموہ من احکام الشرع وما تجدد نزولہ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ ۱۰	چاہیے ایک جماعت مقیم رہے تاکہ وہ دین کے احکام اور مسائل میں سمجھ حاصل کریں اور عورتوں کی حفاظت کریں اور جب جانے والے واپس آجائیں تو مقیم لوگوں نے جو کچھ سیکھا ہے وہ ان کو سکھائیں۔

ظاہر ہے کہ ما انزل اللہ علی نبیہ اور من احکام الشرع وما تجدد نزولہ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں "ما" عام ہے یعنی جو کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا۔ خواہ وہ اعتقادیات سے ہو یا عملیات اور سیاست سے، دستور اور قانون سے اسکا تعلق ہو یا تہذیب وتمدن سے جیساکہ ایک حدیث میں حضور صلی اللہ

علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :

من یرد اللہ بہ خیرا یفقہہ فی الدین   جس شخص کے ساتھ اللہ تعالیٰ خیر کا ارادہ کرتا ہے۔

انما انا قاسم واللہ یعطی ۔[۱۱]   تو اسکو اللہ تعالیٰ دین کی سمجھ عطا کرتا ہے ۔ بلاشبہ

میں تقسیم کرنے والا ہوں اور اللہ تعالیٰ عطا فرماتے ہیں۔

اس حدیث کے انما انا قاسم کے الفاظ سے ہمارے مذکورہ بالا دعویٰ کی تائید ہوتی ہے ۔ اس کے علاوہ مشہور محدث و فقیہ علامہ بدر الدین عینی لفظ "فقہ" پر بحث کرتے ہوئے رقمطراز ہیں : کہ فقہ سے یہاں لغوی معنی "فہم" مراد ہے ۔ نہ اصطلاحی معنیٰ تاکہ دین کے ہر نوع کو شامل ہو جائے جیساکہ ان کے الفاظ یہ ہیں :

والفقہ لغۃ الفہم وعرفاً العلم بالاحکام   فقہ لغت میں سمجھ کو اور عرف شرع میں احکام

الشرعیۃ الفرعیۃ عن ادلتھا التفصیلیۃ   شرعیہ کے مجموعہ کو کہتے ہیں، جو تفصیلی دلائل سے

بالاستدلال ولا یناسب ھھنا الا المعنی   مستنبط ہوں۔ یہاں پر مراد معنی لغوی ہے تاکہ دین

اللغوی لیتناول فہم کل علم من علوم الدین[۱۲]   کے تمام قسم کے علوم کی سمجھ کو شامل ہو جائے ۔

ان امثلہ سے ہمیں یہ دکھانا مقصود ہے کہ اس دور میں لفظ "فقہ" اپنے عام اور وسیع تر معنوں میں مستعمل تھا چنانچہ فقہ کی اسی معنوی وسعت کے پیش نظر امام الائمہ امام اعظم ابوحنیفہؒ نے فقہ کی نہایت جامع تعریف فرمائی ہے ۔

الفقہ معرفۃ النفس مالھا وما علیھا۔[۱۳] ۔ یعنی فقہ حقوق اور فرائض کے پہچاننے کا نام ہے ۔

علم فقہ کی یہ تعریف سب سے قدیم اور اہم اور اعم ترین ہے ۔ اس لئے کہ اسکی نسبت امام موصوف کی طرف کی جاتی ہے اور ہمارے معلومات کی حد تک امام صاحب سے پہلے کسی نے بھی فقہ کی اس طرح جامع تعریف نہیں کی ۔ چونکہ امام صاحب آسمان فقہ کے آفتاب تھے ۔ اس لئے فقہ کی جو تعریف آپ نے کی ہے وہ یقیناً سب سے اہم ہوگی ۔ اور اسکی عمومیت کی وجہ بھی واضح ہے کہ مالھا میں لام نفع کا ہے ۔ اس میں وہ تمام چیزیں آگئیں جن میں جلب منفعت اور انسان کی دنیا و آخرت کی فلاح و سعادت موجود و مضمر ہو ۔ اور ماعلیھا میں علیٰ ضرر کے لئے ہے اس میں وہ تمام امور مراد ہیں جو دنیا و آخرت میں ضرر رساں ہو سکتے ہیں ۔ لیکن بعد میں جب تہذیب و تمدن اور نظر و فکر میں وسعت پیدا ہوئی تو علم دین اور علم شریعت کو بھی مختلف شاخوں میں تقسیم کیا گیا اور ان کے لئے الگ الگ نام و اصطلاحات مقرر کی گئیں، چنانچہ فقہاء کرام نے بعض قیودات کے حک و اضافہ کیساتھ لفظ "فقہ" کو صرف قانونِ اسلامی اور استنباطی مسائل کیساتھ مختص قرار دیا اور فقہ کی مندرجہ ذیل تعریف بیان کی :

الفقہ العلم بالاحکام الشرعیۃ العملیۃ   فقہ ان احکام شرعیہ کے مجموعہ کا نام ہے جنکا تعلق

عن ادلتہا التفصیلیۃ ۔ ؎۱۳ عمل سے ہو اور جو تفصیلی دلائل سے مستنبط ہوں۔
تفصیلی دلائل سے قرآن و حدیث کی وہ آیات و روایات مراد ہیں جو احکام کے سلسلہ میں وارد ہوتی ہیں۔

حوالہ جات :- ؎۱ فائق ج ۲ ص ۱۴۴ نہایہ لابن اثیر ج ۳ ص ۲۳۷
؎۲ ج ۲ ص ۲۸۹ تاج العروس ج ۹ ص ۴۰۲ ۔ لسان العرب ج ۱۳ ص ۵۳
؎۳ پ ۱۰ سورۃ انفال رکوع ۱۵
؎۴ پ ۱۲ سورہ ہود رکوع ۷
؎۵ پ ۲۸ رکوع ۴
؎۶ بخاری ج ۱ ص ۱۶ مسلم ج ۲ ص ۲۴۴ دارمی ج ۱ ص ۷۳
؎۷ مسند احمد ج ۱ ص ۲۶۶
؎۸ تاج العروس ج ۱ ص ۹۰۲ ، لسان العرب ج ۳ ص ۵۲۲ قاموس المحیط ج ۲ ص ۲۸۹
؎۹ تفسیر طبری ج ۹ ص ۶۷ درالمنثور ج ۳ ص ۲۹۳
؎۱۰ جامع الاحکام القرآن للقرطبی ج ۸ ص ۲۹۳
؎۱۱ بخاری ج ۱ ص ۱۶
؎۱۲ عمدۃ القاری شرح بخاری ج ۱ ص ۴۳۵ ۔ ارشاد الساری ج ۱ ص ۱۷۰
؎۱۳ اشارات المرام من عبارات الامام ص ۲۸-۲۹ ۔ توضیح تلویح ص ۹
؎۱۴ توضیح تلویح ص ۵

صفحہ ۲۷ سے آگے

اس کی وقعت نہ رہے گی۔

آج کی دنیا نیلام کی ایک منڈی بنی ہوئی ہے امیر و غریب افسر و ماتحت سب کے دام لگ رہے ہیں۔ خوش نصیب ہے وہ جس کے دام ابھی نہیں لگے ہیں اس دنیا میں بالخصوص نبوت کی تعلیم اور ہمارا تاریخی کردار "مینارۂ نور" کی حیثیت رکھتا ہے۔ آج کی عید کا ہمارا پیغام بھی روشنی کا مینارہ ہے جس میں دوسروں سے زیادہ خود کے لیے عبرت و بصیرت کا سامان ہے۔

اے طائر لاہوتی اس رزق سے موت اچھی — جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی
دارا و سکندر سے وہ مرد فقیر اولیٰ — ہو جس کی فقیری میں بوئے اسد اللّٰہی

جناب محمد ظہیر الدین صاحب - لاہور

مولانا محمد ادریس کاندھلوی رح
کی
علمی خدمات

بحیثیت محدث | بحیثیت محدث کے حضرت مولانا ادریس رح کا پایہ بہت بلند ہے، اور حقیقت یہ ہے کہ ان کی شخصیت کے دو پہلو سب سے عظیم ہیں مفسر قرآن کی حیثیت اور محدث حدیث کی بحیثیت محدث ان کے اندر اکابر محدثین کی جملہ صفات پائی جاتی تھیں۔ اور قدیم روایات کے نہایت شدید پیرو تھے۔ روایت حدیث میں ضبط، اتفاق، ان کی ثقاہت علماء معاصرین کے ہاں نہایت معروف تھی۔ زہد، تقوٰی، صالحیت اور اپنے دینی نظریات پر انتہائی شدت نیز قناعت، صبر و شکر، توکل کسی کے سامنے دست سوال دراز نہ کرنا اور فقر و فاقہ میں مست رہنا۔ امراء سے اجتناب اور سیاست سے ضرورت کی حد تک تعلق یہ جملہ صفات اکابر محدثین کا طرۂ امتیاز رہی ہیں۔

چنانچہ حضرت امام بخاری رح کے حالات میں درج ہے کہ جب ان کی وفات ہوئی اور طبیب نے مرض کی تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ تین ماہ سے مسلسل فاقوں کا نتیجہ ان کا یہ مرض تھا۔ کسی کے سامنے دست دراز نہ کیا۔ بادشاہوں نے جاگیریں دیں اور نذرانے دئیے۔ تو وہ ٹھکرا دئیے محض اس لئے کہ کل کو لوگ اس بنا پر میری روایات کو ترک نہ کر دیں کہ اس نے لقمہ نان کے لئے کسی کی جاگیر قبول کر لی۔ یا کسی کے سامنے دست سوال دراز کیا۔ تو کیا وہ دیگر حاجت کی خاطر روایات میں تبدیلی نہیں کر سکتا۔ یہی حال حضرت مولانا ادریس رح کا تھا جس کی مثالیں ان کے بیان کردہ حالات میں کافی حد تک موجود ہیں۔

حدیث پڑھانے سے ان کا شغف اس قدر تھا کہ وہ اس میں محو ہو جاتے تھے اور یہ معلوم ہوتا تھا، جیسے کوئی تیراک بڑی چابکدستی سے ایک وسیع سمندر میں تیر رہا ہو۔ اور کوئی نہایت مشاق غوطہ خور کسی اتھاہ بحر کی پاتال کا سراغ لگا رہا ہو۔

محدث کی ایک روائتی خوبی یہ بھی ہے کہ وہ روایت کو لفظ اور درایت دونوں طریق سے خوب پرکھتا

ہے۔ مولانا ادریسؒ کا بہت زیادہ زور احادیث کی چھان پھٹک، راویوں کے احوال کی تحقیق، الفاظ حدیث اور ان کے اختلافات پر ابحاث اور مختلف روایتوں کے تضاد یا ان کے تقدم و تاخر اور پھر ان کے عقلی مصالح پر صرف ہوتا تھا۔ اس ضمن میں عام محدثین کے طریق پر ان کی طبیعت ایسی ڈھل گئی تھی۔ یا ان کی فطرت ثانیہ ہوگئی تھی کہ باوجود اس کے وہ امام غزالیؒ کے طریق پر مصالح شرعی بیان کرنے میں بڑی قوت صرف کرتے تھے۔ وجدان اور واردات کو بھی ذریعہ علم سمجھتے تھے۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ شریعت کی تحقیق کے لئے صوفیاء کا دامن تھامنا ضروری ہے۔ ان کی صحبت کے بغیر دین کی سمجھ نہیں آتی۔ وہ عقل کو کلی مدار علیہ نہیں سمجھتے تھے۔ اور ہر جگہ اسکی رسائی کو تسلیم نہیں کرتے تھے۔ خصوصاً علوم دینی میں مولانا روم کی مانند عقل کو بے دست و پا سمجھتے تھے۔ اور فلاسفہ کا انتہائی رد کرتے تھے۔ اور شریعت کی نصوص کو اگرچہ ان کے مصالح عقلی طور پر واضح نہ ہوں۔ پورے اعتماد سے قبول کرتے تھے۔ اور فرماتے تھے ۔

پائے استدلالیاں چوبین بود   پائے چوبین سخت بے تمکین بود

مولانا ادریس کاندھلویؒ کو آخری عمر میں احادیث سے اتنا شغف ہوگیا تھا۔ ان کی یہ حیثیت سب سے نمایاں تھی۔ انہوں نے مشکوٰۃ پر التعلیق الصبیح کے نام سے حاشیہ لکھا۔ جو اپنوں اور بیگانوں میں بہت مقبول ہوا۔ پھر لاہور میں حدیث کی تدریس شروع کی۔

تو ان کی ثقاہت اور علوم حدیث میں ان کی جلالت علمی اور مہارت جسکی مثال اس دور میں پیدا نہ تھی جسکا اندازہ کرکے بنگال، ہندوستان، افغانستان، سمرقند، بخارا اور عرب ممالک سے طلباء جامعہ اشرفیہ لاہور حصول علم کے لئے آتے۔ اسلامی ممالک میں ان سے روایت کی اجازت لے کر جانے والوں کی تعداد حد و شمار سے باہر ہے۔ ان کی علوم حدیث میں یہی جلالت علمی اور مہارت اس بات کا باعث بنی کہ جب انہوں نے بخاری شریف کی شرح مکمل کرلی تو برصغیر کے چیدہ چیدہ علماء کے اجلاس میں اکابر علماء عہد نے مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی شرح مسلم، فتح الملہم کی دوسری جلد کی تکمیل کے لئے جو ان کی وفات کی وجہ سے نامکمل رہ گئی تھی۔ حضرت مولانا ادریسؒ کو منتخب کیا۔ اور اس عظیم علمی خدمت کا اہل انہی کی ذات کو سمجھا گیا۔ اور ان سے استدعا کی گئی کہ وہ اسے مکمل کریں۔

عرب ممالک سے خصوصاً جامعہ ازہر کے علماء کے وفود وقتاً فوقتاً برصغیر میں آتے رہے ہیں۔ اور دارالعلوم دیوبند اور جامعہ اشرفیہ میں جب بھی وہ مولانا محمد ادریسؒ سے ہوئے۔ انہوں نے مولانا ادریسؒ کی محدثانہ حیثیت کی بے اختیار تعریف کی۔ اور یہ اعتراف کیا کہ ایسا محدث آج کے دور میں عرب ممالک میں بھی موجود نہیں ہے۔ پروفیسر عبدالمقصود شلقامی اور پروفیسر شلتوت جب مولانا ادریسؒ سے ملے اور ان سے بخاری شریف کے بعض درس سنے تو نہایت حیران ہوئے اور انہوں نے فرمایا کہ جب طریقے سے

مولانا ادریس کاندھلویؒ حدیث پڑھاتے ہیں کہ روایت درایت سے بحث کرنے کے بعد استنباط مسائل میں وہ چاروں فقہی مذاہب کے استنباطات اور ان کے مستدلات پوری وضاحت اور حوالے سے بیان فرماتے ہیں۔ پھر آخر میں سب کا احترام برقرار رکھتے ہوئے استنباط مسئلہ میں حنفی مستدلات کی خوبیاں گنواکر حنفی مسلک کی توجیح کرتے ہوئے چاروں مذاہب پر اتنی وسیع نظر اور حنفی فقہ کی ایسی زبردست مدلل تائید کرنے والا محدث عرب دنیا میں بھی ناپید ہے۔ اور یہ طریقہ وہاں موجود نہیں وہاں صرف حدیث پڑھائی جاتی ہے۔ روایت اور درایت سے بحث کرنے کے بعد وہ مذہب جو وہاں مروج ہے، زیادہ سے زیادہ اس کا استنباط اور دلائل بیان کر دیئے جاتے ہیں۔ حدیث کا یہ طریقہ تدریس جو دیوبند میں موجود تھا۔ اور جو مولانا انور شاہ کاشمیریؒ اور مولانا حسین احمد مدنیؒ کا معمول بھی رہا ہے۔ اس کی تعریف علامہ رشید رضا نے بھی کی ہے۔ اور کہا ہے کہ ایشیا میں دارالعلوم دیوبند علوم حدیث کی تدریس کے لحاظ سے اپنی نوعیت کا واحد مدرسہ ہے۔ اور اگر ہندوستان میں یہ مدرسہ نہ دیکھتا تو میں سمجھتا کہ میں نے ہندوستان میں کچھ بھی نہیں دیکھا۔

بخاری شریف پڑھانے کے لئے اکثر آٹھ آٹھ گھنٹہ تک مطالعہ کرتے تھے اور حقیقت یہ ہے کہ ایسے شوق اور اخلاص سے پڑھاتے تھے۔ کہ جس کی نظیر ملنا مشکل ہے۔ طلبا دورہ حدیث شریف ان سے صرف بخاری پڑھنے سے باقی کتب حدیث بھی سیکھ جاتے تھے۔ آپ کا درس تمام کتب حدیث اور عام سہل اور مختلف علوم کا جامع ہوتا تھا۔

التعلیق الصبیح | فن حدیث میں مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ امام وقت تھے۔ آپ نے مشکوٰۃ المصابیح کی شرح آٹھ جلدوں میں مکمل کی۔ دارالعلوم دیوبند سے استعفیٰ دینے کے بعد آپ حیدرآباد دکن چلے گئے۔ حیدرآباد (دکن) کا زمانہ قیام آپ کی زندگی کا ایک قیمتی حصہ گردانا جاتا ہے۔ التعلیق الصبیح جیسی عظیم اور مایہ ناز کتاب کی تالیف کا موقع ملا۔ اور اسکی پہلی چار جلدیں بلاد عربیہ کے قیام میں دمشق جاکر طبع کرائیں۔ التعلیق الصبیح عربی زبان میں تھی۔ علمی نقطۂ نظر سے اتنی ٹھوس اور بلند کہ علمائے ہند کے علاوہ مصر، شام اور حرمین شریف کے علماء نے اسکو قدر ومنزلت کی نگاہ سے دیکھا اور اس پر تقاریظ لکھیں۔ جلد اوّل پر مولانا الشیخ عمر بن حمدان کی تقریظ ہے۔ جلد اوّل کے دیباچے میں مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ لکھتے ہیں:

"امرنی قدوۃ العلماء الراسخین ورأس الفقہاء والمحدثین نعمان اوانہ وبخاری زمانہ شیخی واستاذی مولائی الشاہ السید محمد انور نور اللہ وجہہ یوم القیامۃ ونضرآمین۔ بشرح ہذا الکتاب الجلیل فبقیت احیر من الضب دازھل من العنب فان شرح معانی الآثار وبیان مشکلات الاخبار وازالۃ الشبہات عن الاحادیث

المشتبہات - یحتاج الی معرفۃ السنن والآثار والوقوف علی کلام الائمۃ الکبار -

وان بضاعۃ علمی وعملی مزجاۃ واسناد الجہل والعجز علی سرجاۃ ثم انضاف الی ذالک

ضعف البنیہ - وقصور الہمۃ وسقام النیۃ - فانی لمثل القاصر العاجزان یقطع

ہذا السباسب والمفاوز الشقۃ شاسعۃ ولیس فی القربۃ من الماء جرعۃ الطریق

وعرو الفج عمیق -"

جلد اوّل ربیع الاوّل وثانی ۱۳۵۴ھ میں طبع ہوئی ۔ کتاب الایمان سے شروع کو باب الدعاء فی التشہد پر منتہی ہوتی ہے ۔ اور اس کے ساتھ ہی دوسری جلد پر مولانا الشیخ محمد بہجۃ البیطار کی تقریظ لکھی ہوئی ہے ۔ شیخ بہجۃ البیطار (شام) جلیل القدر علماء میں سے تھے جن کا حال ہی میں انتقال ہوا ہے ۔ دو تین مرتبہ پاکستان بھی تشریف لائے ۔ ۱۹۵۷ء میں جب لاہور میں بین الاقوامی اسلامی مجلس مذاکرہ منعقد ہوئی ۔ اس میں آپ شامی وفد کے رکن تھے ۔ لاہور کے قیام کے دوران دو مرتبہ مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ کو ملنے جامعہ اشرفیہ تشریف لائے ۔ شیخ بہجۃ البیطار دوسری جلد پر تقریظ ان الفاظ میں لکھتے ہیں :

"یہ بات باعث تشکر بھی ہے اور باعث فخر بھی ہندوستان میں ایسے افراد اور ایسے ادارے سرگرم عمل ہوگئے ہیں کہ وہ کتاب اللہ اور سنت رسول کی خدمت خود اپنے قرآن کریم کی زبان میں کر رہے ہیں اور انہوں نے حدیث کی مشہور کتاب مشکوٰۃ المصابیح کی شرح التعلیق الصبیح کی دو جلدیں مجھے عنایت کی ہیں ۔ اپنی اس شرح کو دمشق میں طبع کرا رہے ہیں ۔ مؤلف نے احادیث کے اسرار و حکم لطائف ، معارف اور رقائق نہایت عمدہ اور سہل پیرائے میں بیان کئے ہیں ۔ احادیث کے معنوی و مطالب کے بیان میں اس امر کا اہتمام کیا ہے ۔ کہ سلف صالحین کے مسلک ، سے ذرہ برابر عدول نہیں کیا ۔ فاضل مؤلف نے نوع بہ نوع فوائد اور اخذ و استنباط میں مشکوٰۃ کی شرح لمعات سے خوب خوب فائدہ اٹھایا ہے ۔ نیز حکمائے اسلام مثلاً شیخ امام غزالیؒ ابن رشد ، امام ابن تیمیہؒ اور امام ابن قیم جوزی اور شارحین حدیث مثلاً حافظ ابن حجر عسقلانیؒ بدر الدین عینیؒ اور مشاہیر صوفیاء جیسے شیخ محی الدین ابن عربیؒ ، عبدالوہاب شارانیؒ سے بھی اخذ اور استنباط میں مقدور بھر کوشش کی ہے ۔"

جلد سوم پر شام کے ایک معروف و بلند پایہ عالم دین الشیخ محمود بن رشید العطار کی تقریظ ثبت ہے ۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں :

"مشکوٰۃ المصابیح کو کتب حدیث میں علماء کے نزدیک بہت بلند مرتبہ حاصل ہے ۔ مشکوٰۃ

صحاح ستہ اور دیگر سنن کا خلاصہ اور بہترین انتخاب ہے۔ حضرت استاذ الکامل، انسان الکامل، جامع العلوم الشیخ محمد ادریس کاندھلویؒ نے اس عظیم کتاب کو شرح لکھی۔ میں نے شیخ موصوف کی شرح جستہ جستہ مقامات سے دیکھا۔ شرح کی بڑی خوبی یہ ہے کہ اس میں نوع بہ نوع مضامین اور معانی و مطالب اس طرح بیان کئے ہیں کہ اس میں متقدمین کے علوم کا نچوڑ اور متاخرین کے فکر و تحقیق کا عطر پیش کر دیا گیا ہے۔ متقدمین اور متاخرین کے علوم کی یہ شرح اس قدر جامع ہے کہ اس کے مطالعہ کے بعد میری رائے میں مشکوٰۃ کی دوسری شروح سے آدمی بے نیاز ہو جاتا ہے۔"

مؤلف علام نے اختلافی مسائل میں امام ہمام حضرت ابو حنیفہؒ کے مسلک اور فقہی رائے کو ترجیح دینے کیلئے مضبوط اور واضح دلائل پیش کئے ہیں۔ اسرار و معارف کے بیان و شروح میں علمائے راسخین کے علم سے استفادہ کیا ہے۔ اور حضرت صوفیاء کرام کے لطائف و معارف سے مضامین کو سنوارا ہے۔ یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ ہند کے اس جلیل القدر جامع العلوم اور عالی ہمت نوجوان عالم دین نے اپنی اس عظیم اور لاثانی شرح کی طباعت کیلئے ہمارے شہر اور ملک کو منتخب کیا۔ ہماری دعا ہے کہ اس شرح کی تالیف و طباعت دونوں مؤلف علام کے لئے آسان ہوں اور اہل اسلام کے لئے اس کا استفادہ زیادہ سے زیادہ ہو۔ مؤلف کے ساتھ متعدد بار بیٹھنے کا اتفاق ہوا۔ میں ان کی پیشانی پہ اخلاص اور قبولیت کی علامات دیکھتا ہوں۔ وہ یقیناً ایک بڑے عالم ہیں جو یکسوئی اور گوشہ نشینی کو محبوب رکھتے ہیں۔ اور دوسرے لوگوں سے ممتاز ہیں۔ یہ توفیق اور سعادت ان کو مبارک ہو اور اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان کی نیکی اور بھلائی سے بہرہ ور ہونے کی توفیق بخشے۔

فاضل مؤلف نے عربی زبان میں اسکی شرح لکھی ہے جس کے مطابق مولانا انور شاہ کاشمیریؒ جیسے علامہ اجل کی شہادت ہے۔ کہ اب تک اس کتاب سے بہتر شرح نہیں لکھی گئی۔ اس میں پچھلی تمام شرحوں کی خوبیاں جمع کر دی گئی ہیں اور ان پر حسب ذیل خصوصیات کا اضافہ کیا گیا ہے۔

۱۔ اسرار شریعت اور حقائق و معارف اسلامیہ کے بیان کی طرف خاص توجہ کی ہے۔

۲۔ ہر باب کی ابتداء میں اس مضمون کے لحاظ سے آیات قرآنیہ جمع کر دی گئی ہیں۔ تاکہ حدیث اور قرآن کے درمیان مطابقت واضح ہو جائے۔

۳۔ صحابہؓ اور تابعین کے مذہب مفصل بیان کئے گئے ہیں۔ اور اختلافی مسائل میں آئمہ اربعہ کے مذاہب پر مفصل بحث کی گئی ہے۔

مولانا ادریس کاندھلویؒ کی شرح آٹھ جلدوں میں محیط ہے۔ اس لئے ضروری سمجھتا ہوں کہ ان کا مختصر سا نقشہ ذیل میں پیش کر دیا جائے۔

پہلی جلد کتاب الایمان سے شروع ہوتی ہے۔ اور باب الدعا فی التشہد پر منتہی ہوتی ہے۔

دوسری جلد کا آغاز باب الذکر بعد از صلوٰۃ سے ہوتا ہے۔ اور باب الاعتکاف پر ختم ہوتی ہے۔

تیسری جلد کتاب فضائل القرآن سے لے کر باب الاوصایا تک ہے۔

چوتھی جلد النکاح سے شروع ہوتی ہے، اور کتاب اللباس تک ختم ہوتی ہے۔

پانچویں جلد کا آغاز باب التصاویر سے ہوتا ہے اور اس کا انجام باب الامر بالمعروف ہے۔

چھٹی جلد کتاب الرقاق سے باب خلق الجنۃ والنار تک ہے۔

ساتویں جلد باب بدء الخلق و ذکر الانبیاء سے شروع ہوتا ہے۔ اور باب فی المعراج پر ختم ہوتا ہے۔

آٹھویں جلد جو کہ آخری حصہ ہے۔ اس کا آغاز باب مناقب قریش و ذکر القبائل سے ہوتا ہے اور اس کا منتہیٰ باب ثواب ہذہ الامۃ ہے۔

مولانا محمد ادریس کاندھلوی ؒ نے ۲۷ محرم الحرام ۱۳۴۹ھ بمطابق ۱۹۳۰ء دوران قیام حیدر آباد (دکن) اس شرح کی ابتدا کی۔ اور شوال المکرم ۱۳۸۷ھ بمطابق ۱۹۶۸ء میں شرح مکمل ہوئی۔ اس طرح آپ کی یہ شرح ۳۸ سال کی محنت و کاوش کا نتیجہ ہے۔

وحید الرحمٰن شاہ بی۔اے آنرز ایم اے

صدر شعبۂ اسلامیات گورنمنٹ کالج۔پشاور

ایک تحقیقی مقالہ

سرحد کے مشاہیر علماء و مشائخ

فخرِ کشمیر
حاجی محمد امین مرحوم
کی حیات پر ایک نظر

قسط ۱

برصغیر پاک و ہند کے صفِ اول کے مجاہدین حضرت شاہ ولی اللہ، سید شہید، شیخ الہند اور حاجی صاحب ترنگزائی کی تحریک کا یہ نامور اور عظیم مرد مجاہد علاقۂ خلیل مہمند (پشاور) کے خاندان خانخیل میں بمقام سلیمان خیل جناب محمد اسعد خان کے ہاں قریباً ۱۸۹۵ء (۱۳۱۱-۱۲ھ) کو پیدا ہوئے، آپ لنڈی کوتل خیبر ایجنسی کے مشہور شنواری قوم کے شیخ محمد خیل کی ذیلی شاخ عالم خان سے تعلق رکھتے ہیں[1]۔

آپ کو ۱۹۰۱ء (۱۳۱۸-۱۹ھ) میں شیخ محمدی کے پرائمری سکول میں داخل کیا گیا۔ اور ساتھ ہی قرآن شریف کی تدریس کا بھی اہتمام کیا گیا۔ آپ نے تقریباً گیارہ سال کی عمر میں چوتھی جماعت پاس کی اور پھر صرف علم دین پر توجہ مرکوز کی۔

۱۹۲۰ء (۱۳۳۸-۳۹ھ) تک اپنے آبائی گاؤں سلیمان خیل میں حصول علم کے سلسلے میں مصروف رہے۔ پھر اعلیٰ اسلامی تعلیم کے حصول کے لئے علاقہ کیمبل پور کے شینکئی نامی گاؤں چلے گئے۔ یہاں سے آپ علاقہ ہشتنگر (چارسدہ) تشریف لائے۔ یہاں مختلف مقامات پر تحصیل علوم اسلامیہ کے جذبہ کی تسکین و تکمیل کی۔

بقدر ضرورت تکمیل علم کے بعد آپ تصوف کی طرف متوجہ ہو گئے اور اکوڑہ خٹک نوشہرہ کے دار العلوم جامعہ کے شیخ الحدیث مولانا سید بادشاہ گل صاحب کے والد بزرگوار حضرت سید مہربان علی شاہ بن سید حبیب شاہ بخاری مرحوم سے بیعت کی۔ آپ سات سال تک ان کے زیر تربیت رہے۔ لیکن آپ کی یہ پیاس نہ بجھی اور اسکی خاطر ضلع کوہاٹ کے علاقہ دوابہ کے مشہور و معروف صوفی عالم حضرت مولانا محمد عمر شاہ مرحوم[2] کے بڑے صاحبزادے المعروف بہ کربوغہ ملا صاحب (متوفی در جمادی الثانی ۱۳۴۹ھ مطابق ۲۷ اکتوبر ۱۹۳۰ء)[3] کے

---

[1] بحوالہ مولانا میر اکل صاحب مرحوم سجادہ نشین المجاہد آباد چارسدہ۔ [2] روحانی رابطہ و روحانی تمدن از قاضی عبد الحلیم اثر ص۔ ۹۸۲، ۹۸۳۔ [3] دیوان مداح حاجی محمد امین مرحوم ص ۲۸۴، ۲۸۵

پاس تشریف لاکر سلسلۂ قادریہ میں تجدید بیعت کی [1] اسی دوران آپ دو مرتبہ حج بیت اللہ شریف کی سعادت حاصل کر چکے تھے۔ ۱۹۲۹ء (۱۳۴۷ھ) میں آپ تیسری بار حج بیت اللہ شریف کیلئے تشریف لے گئے۔ واپسی پر آپ کو راستے میں خبر ملی کہ انگریزوں نے پشاور شہر کے بازار قصہ خوانی میں نہتے مسلمانوں پر گولیاں چلاکر ان کو گھیرے میں لے لیا ہے۔ آپ سیدھے اپنے مرشد صاحب کربوغہ کے پاس پہنچے۔ اور انہیں حالات سے آگاہ کیا۔ آپ تو خود ضعیف العمر اور صاحب فراش تھے۔ لہذا آپ نے حاجی صاحب کو تیراہ چلے جانے کیلئے فرمایا تاکہ وہاں کے مسلمانوں کو جہاد کیلئے تیار کریں۔

۱۹۳۰ء / ۱۳۴۸ھ میں انگریزوں پر حملہ ۲۳ اپریل ۱۹۳۰ء (۲۴ ذی القعدہ ۱۳۴۸ھ) کو انگریزی سامراج نے قصہ خوانی بازار میں مسلمانوں پر بے رحمی سے گولیاں برسائیں اور جس میں ایک سو نو مسلمان شہید ہو گئے تھے [2] تو آپ نے حسب ارشاد کربوغہ صاحب مرحوم کے تیراہ اور اس کے گرد و نواح میں جلسے منعقد کئے۔ لوگوں میں جذبۂ جہاد بیدار کیا۔ آپ نے معہ چند احباب اور دوسرے مسلمان مجاہدین کے پشاور میں انگریزوں پر حملہ کیا۔ فریقین کے درمیان یہ جنگ تین دن تک جاری رہی جس میں دشمن کی طرف سے ایک جرنیل مع ایک انگریز کے دو سپاہی اور سترہ گھوڑے ہلاک ہوئے۔ انگریز اور جرنیل دونوں حاجی صاحب مرحوم کے ہاتھوں قتل ہوئے اور مسلمانوں کی طرف سے شیخ محمدی کے ایک طالب علم سپاہی خان گل نامی شہید ہوئے۔

حاجی صاحب کی گرفتاری تین روزہ جنگ کے بعد آپ تیراہ واپس چلے گئے اور دوبارہ جہاد کی تیاری کرنے لگے۔ ادھر انگریز بھی ان کی گرفتاری کے لئے سخت کوشاں تھے۔ دریں اثناء آپ کے مرشد کربوغہ ملا صاحب نے آپ کے چچا زاد بھائی مولانا میر اگل صاحب (م۔ ۱۳ ربیع الاول ۱۳۹۷ھ مطابق ۴ مارچ ۱۹۷۷ء) [3] جو بعد میں آپ کی وفات کے بعد آپکے سجادہ نشین بنے، کے ہاتھ خط بھیجا کہ وہ ان کے پاس کربوغہ تشریف لے آئیں کیونکہ انگریز ان کی گرفتاری کی کوشش کر رہے ہیں۔ اور یہاں میری موجودگی میں وہ انگریزوں کی دسترس سے باہر ہوں گے۔

آپ کو جب خط ملا تو آپ نے وہاں کے سرکردہ ملکوں اور سرداروں سے مشورہ لیا۔ انہوں نے کربوغہ صاحب کے فرمان پر عمل کرنے کا مشورہ دے دیا۔ آپ مولانا میر اگل صاحب کے ہمراہ کربوغہ شریف پہنچے۔ جہاں ایک ماہ کے قیام کے بعد کربوغہ صاحب وفات پا گئے۔

---

[1] مولانا عبدالحمید فاضل دیوبند ذرہ باب کورونہ چارسدہ [2] روحانی رابطہ ص ۱۰۴۶

[3] ذاتی ڈائری۔

کربوغہ صاحب کے انتقال کے تیسرے روز حاجی صاحب کو انگریز دھوکے سے کوہاٹ لائے۔ آپ کے ساتھ کربوغہ صاحب کے فرزند ارجمند بھی تھے۔ آپ کو کوہاٹ سے پشاور بھیج دیا گیا جب آپ کو داخل زنداں کیا گیا۔ تو کربوغہ صاحب کے بیٹے کو یہ کہلا بھیجا کہ اب انہیں اپنا دشمن ہاتھ آیا۔ اسے پھانسی ملے گی یا عمر قید کی سزا ہوگی۔

انگریزوں نے حاجی صاحب کے خلاف گواہ ڈھونڈنے شروع کئے۔ لیکن تہکال (پشاور) کے معتبر ارباب اور جملہ قبائل ان کی حمایت پر ڈٹ گئے۔ اور گواہوں کو خبردار کیا کہ حاجی صاحب کے خلاف گواہی دینے والوں کو زندہ چونے میں جلایا جائے گا۔ لہٰذا کسی نے بھی ڈر کے مارے آپ کے خلاف یہ گواہی نہ دی۔ کہ جہاد کے بانی حاجی صاحب ہیں۔ اور آپ نے جہاد کیا ہے، لیکن سی آئی ڈی کی کوشش سے بہت سے مسلمانوں کو پھانسی اور عمر قید کی سزائیں ملیں۔ اور آپ کو تین سال قید با مشقت کی سزا دی گئی۔

آپکی رہائی اور حضرت باباجی صاحب ترنگزی سے بیعت رہائی کے بعد آپ اپنے گاؤں سلیمان خیل میں چار پانچ دن گذرنے کے بعد غازی آباد سرخ کمر (علاقہ آزاد مہمند) تشریف لے گئے، جہاں آپ نے مجاہدِ اعظم حضرت حاجی سید فضل واحد مرحوم (م۔ ۱۰ شوال ۱۳۵۶ھ / ۱۴ دسمبر ۱۹۳۷ء)[1] المعروف بہ حاجی صاحب ترنگزئی سے بیعت کی اور آپ کے زیرِ سایہ کام کرتے رہے۔ بعدہٗ آپ کو خلافت کی خلعت عطا فرما کر تبلیغ و ارشاد کی خاطر علاقۂ ننگرہار، جلال آباد (افغانستان) جوار ہڈہ شریف روانہ کیا گیا۔

نحقی کا جہاد ۱۹۳۱ء تا ۱۹۳۳ء (۱۳۴۹ھ تا ۱۳۵۲ھ) میں آپ کے مرشد شیخ الافاغنہ حضرۃ باباجیؒ کے بڑے صاحبزادے بادشاہ گل فضل اکبر مرحوم کی سرکردگی میں مجاہدین نے انگریزوں کے خلاف مختلف محاذوں پر کئی جنگیں لڑیں تھیں[2]۔ چنانچہ اس سلسلے میں حاجی محمد امین مرحوم نے اپنے پیر و مرشد کے مشورے سے علاقۂ ننگرہار میں ایک سال گذارنے کے بعد ۱۹۳۵ء / ۵۴-۱۳۵۳ھ میں علاقہ کے مجاہدین کو جمع کیا۔ اور بادشاہ گل مرحوم کی قیادت میں بمقام نحقی انگریزوں پر ایک ایسا زبردست فیصلہ کن حملہ ہوا، جس میں طرفین کو بھاری جانی و مالی نقصان اٹھانا پڑا۔ یہ جنگ کئی دنوں تک جاری رہی اور خود حضرت باباجی صاحب مرحوم مقام غلنئ (علاقہ آزاد مہمند) میں مجاہدین کی رہنمائی کیلئے ڈیرہ ڈالے ہوئے تھے[3]۔

اللہ تعالیٰ نے آخر کار مسلمانوں کو فتح نصیب فرمائی۔ انگریزوں کی کئی پلٹنیں ختم ہو گئیں۔ اور بالخصوص دشمن کی مشہور پلٹن "گائڈ پلٹن" ایسی تباہ ہوئی کہ اس کا کوئی سپاہی بھی زندہ نہ رہا۔ مسلمانوں کی طرف سے پچیس[5] مجاہدین

---

[1] تذکرہ علماء و مشائخ سرحد۔ از سید محمد امیر شاہ قادری۔ ص ۲۱۸

[2] [3] روحانی تہراڈن۔ از قاضی عبدالحلیم اثر۔ ص۔ ۱۰۴۶، ۱۰۴۷

شہید ہوئے، اس جنگ میں قبیلہ عثمان خیل نے نہایت بہادری دکھائی۔ مغل خان نامی مجاہد ایک انگریز کے سر کو قلم کر کے ساتھ لے گیا۔ انگریزوں نے مجبور ہو کر صوبہ سرحد کے گورنر کے ذریعے قبیلہ حلیم زئی کے سفید ریشوں کا جرگہ بھیجا[۵۹] اور شروطِ صلح کی۔ حاجی محمد امین صاحب مرحوم اپنے غازی لشکر کے ساتھ واپس ننگرہار چلے گئے۔

افغانستان میں ارشاد و تبلیغ آپ نے ننگرہار میں تقریباً نو سال گذارے۔ اس دوران آپ نے افغانستان کے کونے کونے تک امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی تبلیغ پہنچا دی۔ عوام شادی بیاہ وغیرہ کے مواقع پر اکثر بدعتیں کیا کرتے تھے۔ آپ نے پہلے سال یہ طریقہ اختیار کیا کہ خالص اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کی خاطر ایسے گمراہ لوگوں کے پاس سفید ریش حضرات کو بطور جرگہ بھیجا کرتے۔ پہلے تو وہ منع ہو جاتے ورنہ خدا تعالیٰ کے ایک ایسے سخت عذاب میں مبتلا ہوتے کہ پھر ان کو اس آفتِ سماوی سے نکلنا مشکل ہوتا۔

دوسرے سال جب آپ ذرا طاقت ور ہوئے، احباب و مریدین کا حلقہ وسیع ہوا۔ تو آپ شادی یا ختنہ کے موقع پر بزور و جبر آلاتِ موسیقی کو توڑ دیتے تھے۔ اگر ایسے لوگ افغانستان کی حکومت سے شکایت کرتے تو حکام الٹے حاجی صاحب مرحوم کے ہمدرد بنتے۔

آپ نے حکومتِ افغانستان کے ساتھ حقیقت و صداقت کا جو رویہ اختیار کیا تھا۔ وہ از خود قابلِ تعریف ہے۔ خصوصاً محمد افضل شنواری کی بغاوت کے موقعہ پر صدرِ اعظم مملکت محمد ہاشم خان نے کابل سے شنواروں کے قلعہ "کگی" میں حاجی صاحب مرحوم سے بذریعہ ٹیلیفون برائے اصلاح جو بات چیت کی۔ وہ قابلِ ستائش ہے۔ چنانچہ اس اہم موقع پر آپ نے مذاکرات کے ذریعہ اصلاح کی اور معاملے کو خونریزی سے بچایا۔

المجاہد آباد (چارسدہ) کو آمد ۱۹۳۷ء / ۱۳۵۶ھ میں آپ حضرت باباجی مرحوم کی بیمار پرسی کی خاطر سرخ کمر روانہ ہوئے۔ راستے میں اطلاع ملی کہ آپ ۱۰ر شوال ۱۳۵۶ھ کو وفات پا چکے ہیں۔ لہذا آپ تعزیت کی خاطر چند دنوں تک یہیں رہے۔ جہاں سے پھر واپس ننگرہار چلے گئے۔ اور اپنا مشن جاری رکھا۔ ننگرہار میں نو سال گذارنے کے بعد مرشد کے بڑے بیٹے بادشاہ گل نے بلا کر مجاہد آباد (چارسدہ) تشریف لے جانے کیلئے فرمایا۔ لہذا آپ حسبِ ارشاد روانہ ہو گئے۔

طوائفوں کا پشاور شہر سے قلع قمع کے اقدامات آپ شبقدر (چارسدہ) سے ہوتے ہوئے بروز جمعہ مبارک پشاور پہنچے جہاں مسجد مہابت خان میں بعد نماز جمعہ ایک عظیم الشان اجتماع سے خطاب کیا۔ آپ نے لوگوں پر اعلائے کلمۃ الحق کیلئے زور دیا۔ اور تقریر کے اختتام پر اپنے سر سے پگڑی اتار کر زمین پر رکھ دی اور فرمایا

---

۵۹ روحانی تڑاؤن۔ از قاضی عبدالحلیم اثر۔ ص ۱۰۴۶، ۱۰۴۷

کہ "میں نے یہ مصمم ارادہ کیا ہے کہ جب تک پشاور بیشہ ور طوائفوں سے پاک نہیں کیا جائے گا۔ تا وقتیکہ پگڑی کو سر پہ نہیں رکھوں گا۔" آپ کی اسلامی غیرت وحمیت کو دیکھ کر تہکال کے ارباب عبدالغفور خان اور دوسرے معززین شہر نے پگڑی اٹھا کر آپ کے سر پہ رکھ دی۔ اور وعدہ کیا کہ وہ بھی اس کار خیر میں ان کے ساتھ ہونگے۔

آپ نے اپنے گاؤں سلیمان خیل اور اس کے گرد و نواح میں جلسے جلوس منعقد کئے اور لوگوں کو جمع کیا۔ خود آپ نے پشاور میں کرایہ کا مکان حاصل کر کے سکونت اختیار کی۔

آپ نے پشاور شہر سے طوائفوں کے ہٹانے کیلئے یہ طریقہ اختیار کیا کہ پچاس ۵۰ مسلح افراد کو صبح سے عصر تک یہ ڈیوٹی دی کہ کسی آدمی کو چکلے سے گزرنے نہ دیں۔ اور اسی طرح عصر سے صبح تک دوسرے مسلح آدمیوں کی بھی ڈیوٹی مقرر کی۔ جو بھی اس بازار میں سے گزرنے کی کوشش کرتا تو ڈیوٹی پہ متعین لوگ ان پہ آوازیں کستے اور ان کو غیرت وحمیت دینی دلا دلا کر واپس لوٹنے پہ مجبور کرتے۔ یہ سلسلہ تقریباً دو۲ ماہ تک جاری رہا جس کی وجہ سے کسبیاں تنگ آگئیں اور مجبوراً بازار کو خالی کرنا پڑا۔ آپ نے اس بازار کا نام اسلام آباد رکھا جب پاکستان کے دارالخلافہ (راولپنڈی) کا نام اسلام رکھا گیا۔ تو حکومت نے مذکورہ بازار کو حضرت حاجی محمد امین صاحب کے نام سے منسوب کر کے امین آباد رکھا۔

المجاہد آباد میں آمد | مذکورہ کار خیر کے بعد آپ ۱۹۴۱ء/۱۳۶۰ھ میں بادشاہ گل صاحب کے مطابق مجاہد آباد چارسدہ تشریف لے آئے۔ مجاہد آباد اور اس کے گرد و نواح علاقوں کی حالت بھی قابل اصلاح تھی۔ لہٰذا آپ نے آتے ہی سب سے پہلے علاقہ میں خلاف شرع امور سے بچنے کی طرف توجہ مبذول کرائی، تقریباً چھ۶ سال تک آپ نے تبلیغ وارشاد کا یہ سلسلہ انفرادی حیثیت سے چلایا۔

جماعت ناجیہ کا قیام | آپ نے ۱۹۴۶ء/۱۳۶۵ھ میں تبلیغ وارشاد کیلئے جماعتی شکل کی ایک تجویز پیش کی جس کے لئے اپریل ۱۹۴۶ء/جمادی الاول ۱۳۶۵ھ میں صوبہ سرحد کے چیدہ چیدہ علماء وصلحاء کا ایک اجتماع بمقام المجاہد آباد منعقد ہوا۔ تاکہ ایک جماعت کی امامت کے زیر نگرانی امر بالمعروف ونہی عن منکر کی تبلیغ کا انتظام ہو سکے۔ چنانچہ جملہ حضرات نے آپ کی تجویز کو بالاتفاق منظور کیا۔ اور مجوزہ جماعت کا نام "جماعت ناجیہ صالحہ" قرار دیا۔

جماعت ناجیہ کے اصولوں میں سے سب سے بڑا اصول یہ رکھا گیا کہ جماعت حدیث نبوی "مَا اَنَا عَلَیْهِ وَاَصْحَابِیْ" کے اصول کے تحت ہر کام کرے گی۔ جو کوئی اس کی خلاف ورزی کریں خواہ وہ امام جماعت کیوں نہ ہو، تو وہ اس کا ذاتی جرم ہوگا۔ اور اس کو ہٹا کر دوسرا امام منتخب کیا جائے گا۔ علاوہ ازیں جماعت کو جو ملکی یا قومی معاملے پیش آجائے، تو اس کا حل شرعی اصولوں کے تحت ڈھونڈا جائے گا۔

پہلا انتخاب ۱۳۶۵ھ مطابق ۱۹۴۶ء میں مجلس شوریٰ کے مشورے کے مطابق آپ پہلے امیر جماعت اور مولانا محمد اسرائیل صاحب مہتمم دار العلوم نعمانیہ اتمانزئی چارسدہ نائب امیر، حکیم عبد المالک صاحب ساکن تخت بھائی مردان ناظم اعلیٰ اور جناب شیخ خلیل الرحمٰن صاحب سکنہ ترنگزئی نائب ناظم مقرر ہوئے۔ جماعت ہذا میں ایک سال کے اندر اندر پانچ سو علمائے کرام اور چھ ہزار اراکین مذکورہ اصولوں کے مطابق شامل ہو گئے۔

دوسرا انتخاب سال بعد اپریل ۱۹۴۷ء / جمادی الثانی ۱۳۶۶ھ میں دوبارہ انتخاب ہوا۔ جس میں نائب امیر جماعت اور ناظم اعلیٰ کی تقرری عمل میں آئی باقی عملہ بدستور رہا۔ مولانا سربلند خان صاحب ساکن نوی کلے صوابی کو نائب امیر جماعت اور مولانا عبد الحلیم شاہ صاحب مرحوم ساکن عمرزئی کو ناظم اعلیٰ مقرر کیا گیا۔ اور حکیم مولانا عبد الحمید صاحب سابق مدیر "الصادقہ" کو مقامی امیر جماعت برائے علاقہ ہشتنگر دوابہ مقرر کیا۔

جہادِ کشمیر قیامِ پاکستان کے پہلے سال ۱۸ر ذی الحجہ ۱۳۶۶ھ / ۲ر نومبر ۱۹۴۷ء کو امیر جماعت حاجی محمد امین صاحب مرحوم کی قیادت میں جماعت ناجیہ کے اسی مجاہدین مقام پٹن (سری نگر اور بارہ مولے کے درمیان) پہنچے، آپ نے پٹن میں ایک پلٹن کے ساتھ مقابلہ کیا۔ جس میں اللہ تعالیٰ نے آپ فتح الغیب عطا کی اور دشمن بھاگ نکلے۔ حاجی صاحب کے غازی لشکر سے بار حسین مردان کے ایک مجاہد سید قمر علی شاہ باچہ شہید ہوئے۔ جماعت کے مجاہدین کا یہ پہلا جہاد تھا۔ مجاہدین گڑھی حبیب اللہ کے راستے مظفر آباد، ڈومیل، چناری، اوڑی، بارہ مولی اور پٹن کے محاذوں پر سے گذرے تھے۔

دوسری رات سری نگر کے پہلے محاذ پر حملہ دوسری رات یعنی ۲۰ر ذی الحجہ ۱۳۶۶ھ / ۴ر نومبر ۱۹۴۷ء کو آپ تین ہزار مجاہدین کی معیت میں پٹن سے کوئی بیس۲۰ میل آگے (سڑک پر ایک پل کے قریب) دشمن کے دو بنگلوں کے محاذِ اوّل کو پہنچ گئے۔ اس وقت خورشید انور نے مجاہدین سے آگے دوڑ کر کہا کہ کوئی ایسا بہادر ہے جو سری نگر کے محاذ اوّل پر حملہ کرے۔ لوگ ششدر رہ گئے۔ تو حاجی صاحب مرحوم نے ایک گرجدار اور بلند آواز میں فرمایا کہ "میں اور میری جماعت کے مجاہدین اس پر حملہ کرنے کیلئے تیار ہیں۔"

چنانچہ آپ نے اور تہکال (پشاور) کے ارباب عبد الغفور خان صاحب نے تین ہزار۳۰۰۰ مجاہدین کی معیت میں حملہ کیا۔ گھمسان کی جنگ شروع ہوئی اور مجاہدین جماعت نے فتح حاصل کی۔ اور آگے بڑھتے رہے دشمن پیچھے بھاگتے رہے۔ یہاں تک کہ حاجی صاحب مرحوم معہ گیارہ مجاہدین کے سری نگر شہر سے دو ڈیڑھ میل کے فاصلے پر پل کے قریب زخمی ہو گئے۔ تین مجاہدین شہید ہوئے۔ آپ کو ایبٹ آباد اور باقی زخمیوں کو پشاور لیڈی ریڈنگ ہسپتال میں داخل کیا گیا۔ لیکن افسوس صد افسوس کہ آپ کے اور مجاہدین کے زخمی ہونے کے بعد فتح شدہ مقامات پر کوئی بھی نہ رہا۔ مجاہدین حوصلہ شکن ہو کر ساٹھ میل پیچھے اوڑی کے محاذ پر واپس آئے۔

دوسری بار جہاد کا ارادہ اور وزیرِ اعلیٰ عبد القیوم خان کے نام سفارشی خطوط | حاجی صاحب مرحوم بیس دن تک ایبٹ آباد ہسپتال میں زیرِ علاج رہے۔ اس کے بعد آپ نے اپنے ایک سَو مجاہدین سمیت روڑی کے محاذ چکوٹی کے مقام پر (دریا کے کنارے) سخت سردی اور برف باری میں دو ماہ گذارے تاکہ دشمن کی مزید پیش قدمی روکے رکھیں۔ آپ نے یہ عرصہ وعظ و نصیحت میں گذارا۔

آپ کے اور جماعت کے مجاہدین کی اعلیٰ کارکردگی کو دیکھ کر محاذ کے ایک بڑے فوجی افسر جنرل کمال خان نے چناری سے ۲۳ر جنوری ۱۹۴۸ء/ ۱۱ر ربیع الاوّل ۱۳۶۷ھ کو حاجی صاحب کو ایک دستی سفارشی خط اس وقت صوبہ سرحد کے وزیرِ اعلیٰ خان عبد القیوم خان صاحب کے نام دے دیا جس کا اردو ترجمہ مندرجہ ذیل ہے:[1]

جناب عالی عزتمند چیف منسٹر صاحب صوبہ سرحد خان عبد القیوم خان صاحب پشاور

میں محسوس کرتا ہوں کہ شائد حاجی محمد امین صاحب (مرحوم) پہلے لوگوں (افراد) میں سے ایک (واحد) فرد ہے۔ جو کہ ان علاقوں کو آگئے (آئے) ہے (ہیں) اور وہ بغیر کسی شک و شبہ کے حقیقی غازی ہے۔ مجھے یقین ہوگیا ہے، کہ وہ ان اشخاص میں سے ہے جو کہ اسلام کے مفاد کے واسطے کام کرتا ہے۔ (کرتے ہیں) میں دس اور افراد کا بھی ذکر کرتا ہوں، جنہوں نے کشمیر کے محاذ پر اس (ان) جیسے کام کئے ہے (کارنامے سرانجام دئے) یہ بذاتِ خود آپکے ساتھ اصلحہ (اسلحہ) کے بارے میں بات چیت کریگا۔ سب کچھ جو کہ میں فرماتا ہوں وہ یہ ہے کہ بغیر کسی چون و چرا کے میں اسکی امداد کیلئے سفارش کرتا ہوں۔

آپکا مخلص۔ کمال۔ مورخہ ۲۳ر جنوری ۱۹۴۸ء

حاجی صاحب جب ایبٹ آباد پہنچے تو ہزارہ کے ڈپٹی کمشنر غلام سرور خان صاحب سے ملاقات ہوئی۔ تو آپ نے بھی کمال خان صاحب کی تائید میں وزیرِ اعلیٰ کو خط لکھا جو مندرجہ ذیل ہے۔[2]

"میں کمال کیساتھ مکمل طور پر متفق ہوں جو کہ اس نے حاجی محمد امین صاحب کے بارے میں رائے دی ہے۔ وہ دو دفعہ ان محاذ (محاذوں) میں زخمی ہوگیا (ہوئے) ہے (ہیں) اور مجھے یقین ہے کہ اگر موت اس کو دینی معاملہ کے بارے میں سامنا پڑھے (سامنے پڑے) تو وہ خوشی سے قبول کریگا (کریں گے) اس کے ہمراہی بھی ویسا ہی حیرت انگیز کام کر سکیں گے۔ (کر سکیں گے) اگر ان کا جذبہ خاص حاجی محمد امین صاحب جیسا ہو۔ میری (میرے) خیال میں

---

[1] ماہنامہ الصادقہ جلد ۲ ۔ ۲ر ذی القعدہ ۱۳۶۸ھ مطابق ۲۷ر اگست ۱۹۴۹ء ۔ ص ۱۲۔

[2] " " " " ص ۱۲

ان کو اصلحہ (اسلحہ) دیا جاوے۔ حاجی محمد امین صاحب اور اس کے ہمراہی اصلحہ (اسلحہ) کے یقینی مستحق ہیں۔ کہ ان کو دیا جاوے۔ اس کے قریباً پانچسو[۵] مجاہد مرید ہیں۔ میرے خیال میں پہلے دفعہ اسکو پانچسو[۵] اصلحہ (اسلحہ) دیا جاوے۔

غلام سرور خان ڈپٹی کمشنر ہزارہ۔ مورخہ ۲؍جنوری ۱۹۴۸ء

آپ نے بذات خود تشریف لاکر عبدالقیوم خان کو دونوں خطوط دے دیئے۔ خطوط کا ان پر کافی اثر ہوا۔ لیکن اسلحہ دینے سے معذوری ظاہر کی۔ اور کہا کہ حکومت کے پاس فی الحال اسلحہ نہیں ہے۔ حاجی صاحب نے خانصاحب سے فرمایا کہ کمال خان اور غلام سرور خان نے ہمیں یہ خطوط کسی دوستی کی وجہ سے نہیں دئے ہیں۔ بلکہ انہوں نے جماعت ناجیہ کی بہترین کارکردگی دیکھی ہے۔ اس لئے اتنی تاکید سے خطوط لکھ دیئے ہیں۔ آپ نے وزیر اعلیٰ سے مزید فرمایا کہ وہ ملک کے ایک ذمہ دار حاکم ہیں۔ چاہئے یہ کہ وہ نہایت اخلاص سے کام لیں اور اخلاص بھی صرف وطن کے ذاتی امور سے نہیں بلکہ میدان کارزار میں مجاہدین کے اپنے سروں سے کھیلنے کی غرض سے ہو۔[۱]

خان قیوم نے کافی غور وخوض کے بعد پوچھا کہ ان کے پاس کتنے مجاہدین ہیں۔؟ اور جماعت کون سے اضلاع پر مشتمل ہے۔؟ حاجی محمد امین صاحب مرحوم نے بتایا کہ اس وقت جماعت ناجیہ میں چھ ہزار (۶۰۰۰) افراد ہیں۔ جو پشاور، مردان اور کوہاٹ کے اضلاع میں منقسم ہیں، وزیر اعلیٰ نے غور و تحقیق کے بعد ۲۶؍جنوری ۱۹۴۸ء/۱۴؍ربیع الاول ۱۳۶۷ھ کو اپنے قلم سے تینوں اضلاع کے مجاہدین کے لئے ایک اجازت نامہ لکھا اور حاجی صاحب سے کہا کہ ان تینوں اضلاع میں جس کسی کے پاس آپ کا دیا ہوا اجازت نامہ ہوگا۔ تو اس کا اسلحہ آزاد اور قابل گرفت نہیں ہوگا

وزیر اعلیٰ خان عبدالقیوم خان کے اپنے قلم سے لکھے ہوئے اجازت نامہ کا اُردو ترجمہ مندرجہ ذیل ہے:[۲]

ڈپٹی کمشنر پشاور ، ڈپٹی کمشنر مردان ، ڈپٹی کمشنر کوہاٹ

حاجی محمد امین صاحب آف ناجیہ پارٹی کے ساتھیوں کو اجازت دی جائے کہ پشاور، مردان اور کوہاٹ کے اضلاع میں اصلحہ (اسلحہ) استعمال کیا کریں۔ کسی قسم کی وجوہات کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر اس پر شبہ پیدا ہو جائے تو حاجی صاحب سے افسر مطلقہ (متعلقہ) رائے دریافت کرے۔ اور اسکی رائے کو منظور کیا جاوے۔

چیف منسٹر شمال مغربی صوبہ سرحد۔ مورخہ ۲۶؍جنوری ۱۹۴۸ء

---

[۱] ماہنامہ الصادق ۳؍نومبر ۱۹۴۸ء ص ۶ ، ۷

[۲] " " ۲۷؍اگست ۱۹۴۹ء ص ۱۴

حاجی صاحب اور مجاہدین جماعت ناجیہ نے اجازت نامہ سے اپنی جیب سے ایک ہزار بندوقیں خریدیں مگر افسوس کہ خان صاحب نے اپنے خط کا کوئی لحاظ نہیں رکھا اور اپنی جیب سے خریدی ہوئی مجاہدین کی ساری بندوقوں کو پولیس سے ناجائز قرار دیدیا۔ بیس۲۰ عدد بندوقیں پکڑ کر مع جرمانے کے ضبط کر لی گئیں۔ ان میں حاجی صاحب کی اپنی بندوق بھی ضبط ہوئی۔ اور ایک سو۱۵۰ پچاس روپیہ جرمانہ بھی ہوا۔ ان بندوقوں میں سے ہر ایک بندوق ستو۷۰ سے چار سو۴۰۰ روپے تک کی قیمت کی تھی۔ بالآخر جماعت ناجیہ کے مرکز عالیہ مجاہد آباد کے اراکین کی ہدایت پر باقی بندوقیں درپردہ نصف قیمت پر فروخت کر دی گئیں۔

حاجی صاحب نے خان قیوم سے جماعت کی بے عزتی اور ہتک کا غالباً چھ مرتبہ شکوہ کیا۔ تو خانصاحب نے ہر بار ضبط شدہ اسلحہ کی فہرست مانگی۔ آپ نے بھی ہر بار فہرست پیش کی۔ لیکن افسوس کہ ہر بار خان صاحب نے فہرستوں کے گم ہونے اور اپنے اختیارات کے کم ہونے کا بہانہ کیا۔ اور جب آپ مایوس ہو گئے تو مزید استفسار پر فہرستوں کو پیش نہیں کیا۔ (ماہنامہ الصادقہ۔ ذی قعدہ ۱۳۶۸ھ۔ ص: ۱۳، ۱۴)

تیسری بار جہاد کیلئے جانا جماعت ناجیہ کیساتھ جب مذکورہ افسوسناک معاملہ پیش آیا۔ تو جماعت کا ہر ایک مجاہد حکومت سے بدظن ہوا۔ لیکن نصرت الٰہی شامل حال تھی۔ کسی طرح سے پھر محاذ کے جنگی افسروں نے حکومت پاکستان کے دارالخلافہ کراچی کو اطلاع دی کہ جس جماعت ناجیہ کے لئے پانچسو۵۰۰ بندوقوں کی سفارش کی گئی تھی۔ وہ جماعت کہاں ہے؟ اور بندوقوں کے لینے کیلئے کیوں نہیں آئی۔ الغرض راولپنڈی سے جنرل طارق صاحب نے جماعت ناجیہ کے بزرگوں کو آنے کی دعوت دی۔ چنانچہ حاجی صاحب خود تشریف لے گئے اور ان کو جہاد کیلئے تین سو۳۰۰ امریکی بندوق، نو سٹین گن اور ایک برین گن منظور کی گئی۔ حاجی صاحب نے بتایا کہ ان کے پاس بھی کئی بندوقیں ہیں، لیکن وہ بلا لائسنس اور ان کا رکھنا جرم ہے۔ جنرل طارق صاحب نے کسی کے ذریعہ سے حکومت سے منظوری لے لی کہ جماعت ناجیہ کی بندوقوں کو نہ پکڑا جائے۔

جناب حاجی صاحب مرحوم ۶ رجون ۱۹۴۸ء / ۲۸ رجب ۱۳۶۷ھ کو بغرض جہاد اپنے چار سو ساٹھ۴۶۰ مجاہدین کی معیت میں تحصیل مندڑ ضلع پونچھ پہنچ گئے۔ تحصیل مندڑ کی آبادی اسوقت تقریباً تین لاکھ تھی۔ (باقی آئندہ)

اعلیٰ بناوٹ
دل کش وضع
دل فریب رنگ
کا
حسین امتزاج
دنیا کے مشہور
SANFORISED
REGISTERED TRADE MARK
سنفورائزڈ پارچہ جات
سکڑنے سے محفوظ
۲۰ ایس سے ۱۰۰ ایس کی سوت کی
اعلیٰ بناوٹ
گل احمد ٹیکسٹائل ملز لمیٹڈ
ستار چیمبرز
۲۹ ۔ ویسٹ وہارف کراچی
ٹیلیفون
۲۳۸۷۰۵ . ۲۳۳۹۹۲
۲۰۵۵۲۹
تار کا پتہ
آبادملز

رثاء الشيخ المفتي محمد شفيع

از مولانا لطافت الرحمن سواتی — اسلامی یونیورسٹی بہاولپور
سابق استاد دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

أَلَا قد مات أُستاذٌ جليلٌ … فقيه الوقتِ علّامٌ نبيلُ

إمامٌ عالمٌ سبرٌ تقيٌّ … ففي العلماء ليس له مثيلُ

حوى علماً ورشداً ثم تقوىً … وأوصافاً لها ذكرٌ جميلُ

وهذا المفتي المفتي محمد … شفيعٌ العالمُ الحبرُ الدليلُ

يدٌ طولى له في كل فنٍّ … وصدرٌ واسعٌ قلبٌ صقيلُ

وكان بقية السلف الأعاظم … ترحّل مثل ما عمّر الرحيلُ

وكان ولادهٗ في ديوبندٍ … وليشفى للعطاش هُنا غليلُ

تربّى فيه جسماً ثم علماً … هنالك للعلوم السلسبيلُ

وربّاهُ الأئمة في فنونٍ … وأرشدهٗ الأفاضلُ والفحولُ

فالنور شاه بديوبند واشرف … علي في تانَ بونَ لهٗ كفيلُ

بإصلاحٍ وإرشادٍ فطوبى … لهٗ قد كان للعليا يميلُ

وقد رُزِق الذكاء ونورَ فهمٍ … فحظٌّ نالهٗ حظٌّ جزيلُ

وفي ديوبند درّس مدّ مديدٍ … وها هو بحرُ علمٍ لا المسيلُ

وجاء إلى كراتشي بعد ذالك … يريد رواج ما قال الرسولُ

أقام هناك مدرسةً كبيرهْ … وآثار المكارم لا تزولُ

ففسّر ثم حدّث ثم أفتى … وذالك من مزاياه قليلُ

فإحصاء الجميع وذكر كلٍّ … من الآثار أمرٌ مستحيلُ

ولمّا تمّ أكثر ما أراد … تحمّل ما هو الحمل الثقيلُ

فأهل العلم أيتامٌ بكاهُ … ورد الموت ليس له سبيلُ

وإنّ له بقايا صالحاتٍ … تدوم مدى رحى دهرٍ يجولُ

فتفسير المعارف والفتاوى … وتصنيفات الأُخرى تطولُ

وفي لانڈی له دار العلوم … لتلك الدوحة الظلّ الظليلُ

وأبقى بعده ولداً جليلاً … تقيّاً ليس بعدُ لهٗ عديلُ

وحقٌّ أنه ما مات ميتٌ … ينوب منابه خلفٌ جليلُ

وإنّ لطافت الرحمٰن يرثي … فقيداً لا يكون لهٗ بديلُ

تحریر: حکیم محمد عبدالسلام ہزاروی مرحوم[1]۔ ہری پور ہزارہ
کنوینر آل پاکستان گورنمنٹ طبی بورڈ

کابل کی مشکبار فضاؤں میں چند روز

★

ایک مدت سے آرزو تھی کہ اس دیس کو ان آنکھوں سے دیکھ لیا جائے جسکے پہلو میں فاتح سومنات کا مدفن اور عظیم المرتبت حکیم سنائی کی خاموش تربت ہے۔ جہاں احمد شاہ ابدالی کی جرأت و شجاعت، بابر کی عظمت و رفعت اور تیمور کے جلال و تمکنت کے سوتے پھوٹے۔ جس کے پہلو میں حریت و آزادی کے متوالوں کو پناہ ملتی ہے۔ وہ سرزمین جسے اپنی کم مائیگی اور حالات کی نامساعدت کے باوجود فرنگی کی عظیم طاقت کے خلاف آزادی کی جنگ لڑنے والوں کو اپنے دامن میں پناہ دی۔ جہاں مولانا عبید اللہ سندھیؒ اور ان کے رفقاء نے اطمینان کا سانس لیا اور آزاد ہندوستان کی بہادر حکومت کی بنیاد رکھی اور جہاں ریشمی رومال کی تاریخی تحریک نے نشو و نما حاصل کی۔ وہ دلربا وطن جہاں ترکی جمال پاشا ایسی بین الاقوامی شخصیت کو سیاسی سرگرمیاں جاری رکھنے کا پروانہ ملا۔ اور جس سرزمین نے آنجہانی سبھاش چندر بوس کو اپنی راہوں سے گذار کر برلن پہنچایا۔ یہ تھا وہ پس منظر جسکی بنا پر جنگ آزادی کے ایک ادنیٰ سپاہی کی حیثیت سے آتشِ شوق فروزاں ہوتی رہی۔ مگر گردش لیل و نہار نے تاریخی عظمتوں سے تابندہ تر اس وطن کو دیکھنے کا موقع نہ دیا۔

مگر آتشِ شوق کی یہ چنگاری بدستور سلگتی رہی اور آخر قدرت نے یہ نادر موقع فراہم کر دیا کہ قابل و غزنی کی حسین و دلفریب بہاروں اور مشکبار فضاؤں میں چند روز گھوم پھر سکوں۔ اور عہدِ ماضی کے اوراق پلٹ کر تاریخ ساز شخصیتوں کے ذکر سے اپنے سینے میں مچلتی ہوئی تمناؤں کا مداوا کر سکوں ــــ

---

[1] حکیم عبدالسلام ہزارویؒ ایک بلند پایہ شخصیت تھے، قومی و ملی امور میں پیش پیش، ان کا سینہ ملک و ملت کی غمخواری اور دلسوزی سے معمور تھا۔ افسوس کہ ان کا یہ مضمون ان کی زندگی میں شائع نہ کیا جا سکا۔ اب اسے مرحوم کے آثار و تبرکات کے طور پر شائع کیا جا رہا ہے۔ (ادارۂ الحق)

وادی عشق دور دراز ست وسے
طے شود جادہ صد سالہ بآہے گاہے

یہ جولائی کی ۲ر تاریخ ۱۹۸ء اتوار کا دن تھا، جب میں اپنے ایک ساتھی حاجی محمد زمان کی معیت میں ہری پور سے روانہ ہوا، پشاور پہنچنے کے بعد کاغذات کی تکمیل ہوئی اور ہم درہ خیبر میں داخل ہو گئے، طویل پہاڑی سلسلوں اور پیچ پیچ راہوں سے گذرتے ہوئے علی مسجد کے قریب جا پہنچے جسکے متعلق مولانا ظفر علی خان نے ۱۹۲۷ء میں پشاور کے ایک جلسہ عام میں کہا تھا ۔

پاس خیبر بھی ہے اور اس میں علی مسجد بھی — دور کیوں جاتے ہو مہر جب سے یہیں بات کرو

لنڈی کوتل سے گذرتے ہوئے طورخم پہنچے اور پھر طورخم سے دونوں جگہوں پر کاغذات کی جانچ پڑتال ہوئی اور ہم اپنی منزل کی جانب رواں دواں ہو گئے۔ غروب آفتاب تک ہری بھری زمینوں اور حسین و خوشنما باغات سے سجے ہوئے علاقے کو دیکھتے اور بڑھتے چلے گئے۔ مالٹوں، سنگتروں، اور بوقلموں و متنوع پھلوں کی بہتات، سیر و سفر کی لذتوں میں اضافہ کر رہی تھی۔ ڈکا سے جلال آباد تک آئینہ کی مانند صاف و شفاف اور پختہ و پائیدار سڑک وادی کے حسن کو دوبالا کر رہی تھی۔

ہم نے دشت و چمن کی اس دلکشا بہار میں اپنا سفر جاری رکھا۔ اور کوئی بھی دشواری ہمارے سفر میں مزاحم نہ ہوئی اور ہم کابل کے دلفریب شہر میں داخل ہو گئے۔ رات کے بارہ بج چکے تھے، ہم نے جمیل ہوٹل میں قیام کیا۔ مگر یہ ہوٹل اپنی تزئین و آرائش کے باوجود میرے لئے طمانیت قلب کا باعث نہ بن سکا۔ چنانچہ دوسرے ہی روز اپنے ایک رفیق جناب نور احمد اعتمادی جو وہاں کے مشہور ٹرانسپورٹر بھی ہیں کے اصرار پر ہم نے ہوٹل کو خیرباد کہہ دیا اور انکی خواہش کے مطابق جلال آباد روڈ کے کنارے گمرک کے پاس منتقل ہو گئے۔ یہیں سے ہم نے مختلف تاریخی مقامات کی زیارت کا پروگرام بنایا۔

بزرگان دین مستند ذرائع سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ افغانستان میں بعض انبیاءؑ کے مزار بھی ہیں، جن میں سے حضرت دانیال اور صالح علیہ السلام کے مقابر خصوصی طور پہ زبانِ زد عام و خاص ہیں۔ صحابہؓ میں سے ابو رفاعہ عدوی تمیمیؓ، حضرت بابیزید انصاریؓ اور دیگر اصحاب علم میں سے امام فخر الدین رازی مصنف تفسیر کبیر۔ ملا حسین واعظ کاشفی صاحب تفسیر حسینی۔ معارج النبوۃ کے مصنف ملا معین اور عبد الغفور کے مصنف مولوی عبد الغفور کے مزارات مرجع خلائق بنے رہتے ہیں۔ غزنی میں محمود غزنوی۔ حکیم سنائی حضرت شمس تبریز، داتا گنج بخش کے والد حضرت عثمان ہجویری، اور قندھار میں احمد شاہ ابدالیؒ، بلخ میں بی بی رابعہ اور حضرت شفیق بلخی اور حضرت پارساؒ محو خواب ہیں۔ مزار شریف میں بعض ثقہ تاریخی

حوالوں کے مطابق حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا مزار فیض آثار بھی موجود ہے۔

زیارت مزارات ۴ جولائی کو صبح چائے سے فارغ ہونے کے بعد ہم جانب غزنی عازم سفر ہوئے پُر کیف راستہ، کوہ و کمر کی فکر انگیز وسعتیں اور غزنی کی تاریخی عظمتیں، ذہنی سکون و بالیدگی کا باعث بن رہی تھیں، اسی نشہ سے سرشار ہم بارہ بجے کے قریب محمود غزنوی کے مزار پر پہنچے۔ مزار اقدس پر نگاہ کیا پڑی ایک سرور آور کیفیت طاری ہوگئی اور چشم تصور میں تاریخ کے وہ اوراق سامنے آگئے جو محمود بت شکن کے ساتھ وابستہ ہیں۔ آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی جو تھمنے کا نام نہیں لیتی تھی۔ میں نے بارگاہ رب العزت میں ہاتھ اٹھائے اور یوں گویا ہوا کہ اے اللہ! تو نے اس شخص کو یہاں سے اٹھایا اور اسے برِاعظم ایشیا میں مسلمانوں کی سطوت و شوکت کا باعث بنایا اور اسے بت شکنی کی پیمبرانہ سنت پر عمل پیرا ہونے کی توفیق دی۔ آج بھی امت مسلمہ ایسے عظیم انسان کیلئے چشم براہ بیٹھی ہے۔ جو باطل کے اصنام کو پاش پاش کر دے اور ہدایت آسمانی کا وہ پھریرا لہرائے کہ تمام شیطانی قوتیں اسکے سامنے سرنگوں ہو جائیں ؎

کانٹوں کی زبان سوکھ گئی پیاس کے مارے
کوئی تو آبلہ پا وادیٔ پُرخار میں آوے

مزار غزنوی سے ہم سیدھے حکیم سنائی کی تربت پر پہنچے، جنکی شخصیت علمی دنیا میں محتاج تعارف نہیں۔ جنکے اشعار مولانا رومؒ ایسے بزرگ نے تضمین کی ہے، اور متعدد مقامات پر حکیم مرحوم کے اشعار کو اپنے لئے مشعل راہ بنا رہا ہے۔ حکیم سنائیؒ کے مزار پر بہت سے اشعار درج ہیں جن میں سے تین یہاں نقل کئے جاتے ہیں ؎

قرن ہا باید کہ یک مشت پشم از پشت میش　　زاہدے را خرقہ گردد یا خرے را رسن
سالہا باید کہ تا یک پنبہ دانہ از زمین　　شاہدے را حلہ گردد یا شہیدے را کفن
دورہا باید کہ تا صاحب دے پیدا شود　　بایزیدے از خراساں یا اویسے از قرن

حکیم سنائی کے مزار پر فاتحہ خوانی کے بعد ہم شمس تبریز کے مزار پر پہنچے، شمس تبریز اور مولانا روم کے تعلقات کا اندازہ اس شعر سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے ؎

مولوی ہرگز نہ شد مولائے روم　　تا غلامے شمس تبریزی نہ شد

بلخ کی شاہراہ پر غزنی سے ہم نے کچھ سامان خورد و نوش اپنے ساتھ لیا اور کابل کی جانب جانے والی راہ پر ایک چشمے کے کنارے کھانا پکایا، نماز ظہر ادا کی اور تھوڑی دیر سستانے کے بعد کابل کیطرف روانہ ہوئے۔ رات کابل میں گزاری اور دوسرے روز بلخ کا پروگرام بنایا۔ بلخ کابل سے تقریباً ۵۰۰ کلومیٹر کے فاصلے پر

روس کی سرحد کے قریب واقع ہے ۔ کابل سے بلخ تک کا درمیانی علاقہ گوناگوں خوبیوں کی بناء پر اپنی مثال آپ ہے ۔ خوبصورت درختوں کے جھرمٹ اور ان کے سایہ میں ٹھنڈے پانی ، برفیلے پہاڑوں کا لمبا سلسلہ اور ان کے درمیان نہایت ہی نفیس اور عمدہ سڑک ۔ دل و نگاہ کو فرحت و انبساط کی لازوال دولت سے مالامال کرتی ہے ۔ یہ سڑک برفانی پہاڑوں کے بیچ میں ہونے کے باوجود محفوظ رہتی ہے ۔ اور سلسلۂ مواصلات کو متاثر نہیں کرتی ۔ ہم اسی کیف زار اور بہار آگیں راستے سے گزرتے جارہے تھے کہ دوشاخ کے مقام پر وادیٔ فنجان میں رک گئے ۔ دوپہر کا کھانا کھایا ، گرم پانی سے وضو کیا ، اور خدا کے حضور سجدہ ریز ہوگئے ۔ فراغت کے بعد ہم پھر اپنی منزل کی جانب روانہ ہوئے ، رات ہم نے پل خمری میں قیام کیا ۔ اور صبح ناشتے کے بعد ہم نے اپنا راستہ لیا اور گیارہ بجے دن کے قریب بلخ پہنچے ۔ حضرت رابعہ بلخی ، حضرت شقیق بلخی کے مزارات پر حاضری دی اور مختصر سے قیام کے بعد ہم مزار شریف جا پہنچے جہاں کے اصحاب علم اور تاریخ سے آگاہ لوگ اس بات پر مصر ہیں کہ اس مقام پر حضرت علیؓ کا مرقد ہے ۔ یہ ماننے میں تردد موجود تھا مگر بعض جید علماء کے مستند دلائل کے بعد اس سلسلہ میں سکوت اختیار کرنا پڑتا ہے ۔

مزار شریف میں رات گذارنے کے بعد ہم اگلی صبح کابل واپس ہوئے ، راستے میں دوشاخ کے ایک معزز فرد حاجی عبدالواحد کے پیہم اصرار پر ان کے ساتھ دوپہر کا کھانا کھایا اور کابل پہنچنے پر دو روز یہیں پر قیام کیا ۔ تمام تاریخی مقامات دیکھے اور وہاں کی اہم شخصیت ملاّ شور بازار سے ملاقات کا موقع ملا ۔ انہوں نے بڑی مروّت اور محبت کا ثبوت دیا ، کئی اہل علم سے تعارف ہوا ۔ اور مشہور شاعر حضرت سرشار کے کلام سے مستفیض ہونے کا موقع ملا ۔

کابل کی اقتصادی و سیاسی حالت کابل کے متعلق میرا یہ تاثر تھا کہ وہ اپنی تمام تر تاریخی تابندگی کے باوجود غیر ترقی یافتہ ، غیر منظم اور روس و امریکہ کا اقتصادی و سیاسی لحاظ سے دست نگر ہے ۔ مگر وہاں کا مسحور کن مواصلاتی نظام جو تورخم سے کابل اور کابل سے ہرات و بلخ تک پھیلا ہوا ہے ، کو دیکھ کر میرا یہ اندیشہ کافور ہو گیا ۔ بلکہ یہ خیال تقویت پاتا گیا کہ ہمارے ملک کے انجینئروں کو ایک عرصہ تک کابل میں رہ کر کابل ایسی دیانتدارانہ تعمیر اور کم خرچ بالانشیں کے مصداق تعمیر شدہ ڈیمز کا بچشم سر مطالعہ کرکے اسی نقشہ کے مطابق کام کرنے پر آمادہ کیا جانا چاہیئے ۔ کابل کے باخبر اور دانشور طبقے اس حقیقت کا برملا اعتراف کرتے ہیں کہ کابل واقعی ترقی کی شاہراہ پر گامزن ہے ۔ اور اربوں روپے جو روس نے یہاں کے زرعی ، صنعتی اور مواصلاتی امور پر خرچ کئے ہیں ، ان کی ایک ایک پائی سفیدہ کی لکڑیوں (جو ماچس بنانے میں استعمال ہوتی ہے) اور قراقلی کی قیمت کی شکل میں ادا کردی گئی ہے ۔ اور اس طرح امریکی قرضہ کا بار بھی چکایا ہے ۔ کابل میں ٹیکنیکل و پیشہ ورانہ پوسٹوں پر زیادہ تر

فرانسیسی، جرمن اور کچھ دوسرے غیر ملکی اساتذہ ضرور کام کرتے ہیں۔ لیکن ملک کے داخلی امور میں کوئی بھی مداخلت کی جسارت نہیں کرسکتا۔ ظاہر شاہ والئ کابل کو قریب سے دیکھنے کا موقع نہیں ملا۔ تاہم وہاں کے عوام سے تبادلۂ خیال کے بعد یہ تاثر پختہ ہوگیا ہے۔ کہ وہ اس عام روایت سے مستثنیٰ ہیں۔ جو دیگر ممالک میں اپنے حکمرانوں کے متعلق متنفر کی صورت میں موجود ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ لوگ ظاہر شاہ والئ کابل کی ملک کو خود کفیل بنانے کے سلسلہ میں کوششوں کو سراہتے ہیں۔ اور آبپاشی، بجلی اور زرعی انقلاب کی رفتار کو دیکھ کر یہ اندازہ لگاتے ہیں کہ یہ لیل و نہار مستقبل قریب میں کابل کو ایک عظیم ترقی یافتہ ریاست میں بدل دیں گے۔

مذہب سے لگاؤ | عوام کی اکثریت اپنے دین سے والہانہ محبت رکھتی ہے۔ مسجدیں نمازیوں سے بھری ہوتی ہیں۔ مجھے اس سفر کے دوران میں متعدد مساجد میں نماز ادا کرنے کا موقع ملا۔ پل خشتی کی جامع مسجد اپنی خوبصورتی، تزئین و آرائش اور محل وقوع کے اعتبار سے نمایاں مقام رکھتی ہے۔ کابل شہر میں مغربی تہذیب کافی اثر پذیر ہے جس نے عورتوں میں عریانی، برہنگی اور بے پردگی کو جنم دیا ہے۔ مگر اس کا تعلق جدید دولت مند اور مغربی تعلیم سے آراستہ پیراستہ لوگوں سے ہے۔ عام لوگوں اور دین کی جانب رجحان رکھنے والوں پر اس بے راہ رو تہذیب کا اثر کم ہے۔ بلکہ ان کے دل و دماغ میں اسلامی روایات اور اخلاقی اقدار کا تقدس پایا جاتا ہے۔

حقیر مشورہ | افغانستان کے لوگوں میں چند روز گزارنے کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ وہ پاکستانی عوام سے محبت و عقیدت رکھتے ہیں۔ اور وہ ذہنی طور پر پاکستان کی طرف راغب ہیں۔ اگر ہمارے حکمران افغانستان سے تجارتی روابط بڑھانے میں آسانیاں پیدا کریں تو یقیناً افغانستان کی مارکیٹ پر پاکستان پوری طرح حاوی ہو سکتا ہے۔ پاکستان کے باشعور طبقہ پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ عوام کے ذہنی رخ کو افغانستان کی طرف موڑیں اور انہیں یورپ کی غیر سودمند سیاحت ترک کرنے پر آمادہ کریں۔ تاکہ پاکستانی باشندے اپنے پڑوس میں مدفون بزرگوں کے علمی فیوضات سے متمتع ہوں اور یہ سمجھنے کی کوشش کریں۔ کہ غزنی، قندھار اور کابل کے دور افتادہ علاقوں سے فتح کن عزائم سے لیس ہوکر اٹھے اور تھوڑے ہی عرصہ میں برصغیر میں چھا گئے اور ہزار سال تک اسلامی شوکت کا غلغلہ بلند کئے رکھا۔ ■■

شاداب
جیسے گلاب
موسمِ گرما میں جب آگ برسنے لگتی ہے تو
دفتروں اور کارخانوں میں مرد، گھروں
میں عورتیں اور اسکولوں میں ننھے منے بچے اپنے
کاموں سے تھک کر نڈھال ہو جاتے ہیں
ایسے میں ذائقے سے بھرپور، خوش ذائقہ نورس کا
ایک گلاس کھوئی ہوئی توانائی واپس لاتا
ہے اور چہرے کو گلاب کی طرح شاداب کر دیتا ہے۔
پھلوں، پھولوں اور مفردات
کے عرق کا مرکب
ہر قطرہ لذت اور فرحت
سے بھرپور
نورس
مشروبِ وقت
ORIENT

قاری فیوض الرحمان، ایم - اے - ایبٹ آباد

مشاہیر علماء سرحد

مولانا محمد اجمل صاحب[1] ہزاروی - لاہور آپ جنوری ۱۹۳۲ء کو جناب مولانا غلام ربانی صاحب کے گھر "کالنجر" تحصیل ہری پور ہزارہ میں پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم گھر میں حاصل کرنے کے بعد دار العلوم رحمانیہ ہری پور ہزارہ کے صدر مدرس استاذ العلماء حضرۃ مولانا خلیل الرحمٰن صاحب فاضل دیوبند سے تکمیل کی۔ پھر اسی مدرسہ میں تین سال تدریس کی۔ ۱۹۵۳ء میں "مولوی فاضل" کا امتحان دینے لاہور جانا ہوا۔ کامیابی کے بعد مدرسہ رحیمیہ نیلا گنبد لاہور میں بطور ثالث مدرس تین سال تک پڑھاتے رہے۔ پھر مغلپورہ ہائی سکول میں بطور عربک ٹیچر ۸ سال پڑھاتے رہے۔

عبد الکریم روڈ جہاں آج مسجد کی سہ منزلہ عمارت کھڑی ہے۔ یہاں قدِ آدم گڑھے تھے، درسِ قرآن کی برکت سے یہ عظیم الشان مسجد تعمیر ہوئی اس میں مدرسہ بھی ہے۔ شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علیؒ کے ساتھ کئی تقریریں کیں۔ آپ کا اندازِ تکلم بڑا پیارا، موثر اور دلچسپ ہوتا ہے۔ اچھی تقریر کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اچھی تحریر کا بھی ملکہ عطا فرما رکھا ہے۔ (بیعت کا تعلق مرشدی مولانا عبد القادر رائے پوریؒ سے ہے۔)

تصانیف: ۱- آداب القرآن — موضوع نام سے ظاہر ہے۔ مکتبہ اشاعۃ اسلام اردو بازار لاہور، نومبر ۱۹۶۸ء، بار اوّل۔ صفحات ۱۹۶، کتابی سائز مجلد بڑی عمدہ اور پیاری کتاب ہے۔

۲- تدریس القرآن لاہور مئی ۱۹۷۳ء ۱۸×۲۲ سائز کے ۶۴ صفحات۔

۳- تدریس القرآن حصہ اول بیشمار اضافوں کے ساتھ ۷۴، ۱۹ء بڑے سائز کے ۱۰۴ صفحات۔

۴- آدابِ دعا۔ ۱۸×۲۲ کے سائز کے ۸۴ صفحات

۵- قربانی۔ ۶- لغات القرآن (عربی) ۷- آداب المساجد } مسودے تیار ہیں اور بعض زیر طبع ہیں

۸- شراب خانہ خراب ۱۸×۲۲ کے سائز کے ۳۴ صفحات مطبوعہ

ان میں لغات القرآن (عربی) آپ کی ایک عظیم علمی خدمت ہے۔

---

[1] آج کل آپ جامعہ رحمانیہ قلعہ گوجر سنگھ لاہور میں خطابت کے فرائض انجام دیتے ہیں ملک کے شعلہ بیان مقررین میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ اور جمعیۃ العلماء اسلام کے چوٹی کے رہنماؤں میں ہیں۔ (سمیع الحق)

مولانا قاضی عبدالحی عرف پیر صاحب ہاشمی ہزاروی آپ ۴ ستمبر ۱۹۱۰ء کو مولانا قاضی عبدالقادر صاحب کے گھر "رَجوعیہ" تحصیل ایبٹ آباد ضلع ہزارہ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے بڑے بھائی مولانا قاضی عبدالواحد صاحب سے حاصل کی، پھر جامعہ فتحیہ اچھرہ لاہور میں مولانا حافظ مہر محمد صاحب سے پڑھتے رہے۔

دورۂ حدیث کی سند جامعہ عربیہ مفتاح العلوم کلھوالی (کیمبلپور) کے حضرت مولانا نور محمد صاحب تلمیذ شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسنؒ سے حاصل کی۔ فراغت کے بعد مدرسہ "احیاء العلوم" جامع دوڑ حویلیاں، ہزارہ میں بطور صدر مدرس کئی سال تک تدریسی خدمات انجام دیں۔

۱۹۵۰ء میں مرکزی جامع مسجد حویلیاں سٹیشن کے امام وخطیب مقرر ہوئے اور ابتک یہ خدمات انجام دے رہے ہیں۔ آپ اس علاقہ کے قاضی بھی ہیں۔ مئی ۱۹۶۲ء کو اکیڈمی علوم اسلامیہ کوئٹہ میں ۲۵ علماء نے برائے تربیت شرکت کی تھی ان سب میں آپ اوّل آئے، پھر وہاں آپ کو بطور "فیلو"[1] لے لیا گیا، اسی عرصہ اثناء میں آپ نے —

تصانیف: ۱۔ اسلامی تعلیمات —— نامی کتاب لکھی جو بعد میں جامعہ اسلامیہ بہاولپور سے نہایت خوبصورتی کے ساتھ شائع ہوئی۔ $\frac{۲۲ \times ۱۸}{۸}$ کے سائز میں اس کے ۴۴۳ صفحات ہیں۔

۲۔ العروۃ الوثقیٰ —— احادیث و دعاؤں کا مجموعہ، ناشر تعلیم القرآن ٹرسٹ راہوالی ضلع گوجرانوالہ۔ تعداد ۱۵ ہزار۔

۳۔ مسائل نماز ۴۔ ترجمہ پارہ اوّل (حافظ نذر احمد، مولانا عنایت اللہ صاحب کیساتھ آپ بھی شریک رہے ہیں۔ وہی ناشر) بیعت کا تعلق آخر میں حضرۃ مولانا مفتی بشیر احمد پسروریؒ سے ہوا۔ اور ۴۷، ۱۹ء میں ان کی طرف سے مجاز بھی ہوئے۔

مولانا ڈاکٹر سید عبدالرحمٰن ہزاروی آپ ۱۰ر اکتوبر ۱۹۳۹ء کو شاہ ولی صاحب کے گھر "لنڈی" علاقہ "دلیشان" تحصیل بٹگرام ہزارہ میں پیدا ہوئے۔

ابتدائی تعلیم علاقہ کے علماء سے حاصل کی، ۱۹۵۲ء میں جامعہ فتحیہ اچھرہ لاہور میں مولانا حافظ مہر محمد صاحب سے مختلف کتب کا درس لیا، ۱۹۵۴ء تا ۱۹۵۵ء جامعہ اشرفیہ لاہور میں پڑھتے رہے۔

۱۹۵۶ء میں اعلیٰ تعلیم کیلئے دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور ۱۹۵۷ء میں حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ سے دورۂ حدیث پڑھ کر سند حاصل کی بعض کتابوں کے انعامی نتیجہ پر انعامی کتب انعام میں ملیں۔

---

[1] بعد میں آپ کو لیکچرر لے لیا گیا اور جامعہ اسلامیہ میں علماء کو پڑھاتے رہے۔ عوام کے شدید اصرار پر واپس حویلیاں آگئے اب تبلیغی اور اصلاحی کوششوں میں مصروف رہتے ہیں۔

تدریس :۔ فراغت کے بعد دارالعلوم اسلامیہ ڈگری سندھ میں دو سال بطور صدر مدرس تدریس کی ۱۹۶۲ء میں مزید تعلیم کیلئے مصر گئے، وہاں " جامعۃ الازہر " میں ایم ۔اے فلسفہ میں داخلہ لیا، ساتھ ہی قاہرہ یونیورسٹی میں بی ۔اے (عربی ادب) میں داخلہ لے لیا۔ قاہرہ یونیورسٹی کے بی ۔اے (عربی ادب) کے امتحان میں بھی کامیاب ہوگئے اور " التخصص فی علوم العقیدۃ والفلسفۃ " (ایم ۔اے فلسفہ) کے امتحان میں ایک ہزار میں سے آٹھ سو دو نمبر لیکر یونیورسٹی بھر میں اوّل آئے۔

ساتھ ہی جز وقتی ملازمت بھی اختیار کر رکھی تھی وہ یہ کہ جمال عبدالناصر مرحوم کی طرف جو خطوط اردو، فارسی اور پشتو میں آتے تھے ان کا عربی میں ترجمہ کر دیتے تھے۔

ازاں بعد قاہرہ یونیورسٹی سے آپ نے ایم ۔اے (ادب عربی) کا امتحان بھی پاس کر لیا۔ ۱۹۶۸ء میں آپ نے الازہر یونیورسٹی میں پی ،ایچ ،ڈی کا داخلہ لیا، مقالہ کا عنوان " الکندی وآراءہ الفلسفیہ " (کندی اور ان کے فلسفیانہ افکار) تھا، ۷۵۰ صفحات کے اس مقالہ پر ۱۹۷۰ء میں آپ کو پی ایچ ڈی کی ڈگری عطا کی گئی ۔یہ مقالہ المجلس الاعلیٰ لشئون الاسلامی مصر کی طرف سے شائع کیا جا رہا ہے۔

شادی :۔ آپ کی شادی پورٹ سعید سے تعلق رکھنے والے ایک مصری خاندان کے فرد ابراہیم محمد الشرقاوی (جو شرکۃ التوریدات البحریہ کے ڈائریکٹر جنرل تھے۔) کی دختر سے ہوئی ، ان سے آپ کا ایک لڑکا توفیق ہے۔

آپ کی دو عربی کتابیں " الکندی وآراءہ الفلسفیہ اور الحیاۃ الاجتماعیہ عند نجم الدین الرازی زیر طبع ہیں —— ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد نے بطور فیلو آپ کی خدمات حاصل کیں ، وہاں تحقیقی خدمات میں لگے ہوتے ہیں۔ ان دنوں پیلیز او پن یونیورسٹی نے آپ کی خدمات حاصل کر لی ہیں۔
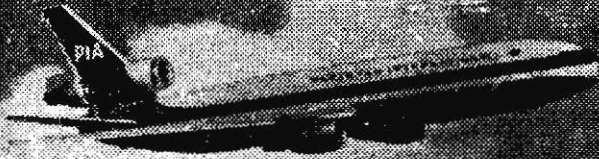
PIA
PIA
پاکستان انٹرنیشنل ایئرلائنز

enjoy
bubble up
kiss of lemon
kiss of lime
bubble up
bubble up
bubble up
PAKISTAN BEVERAGE COMPANY
KARACHI HYDERABAD

بی آئی ایم

بہتر صنعتی نظام برائے معاشی استحکام

بی آئی ایم کا قیام اس لئے عمل میں آیا کہ صنعت کو جدید طرز پر فروغ دیا جائے اور صنعتی نظام کو بہتر فنی طریق کار سے روشناس کرایا جائے۔

بی آئی ایم کے قیام سے اب تک قومیائی گئی صنعتوں کی پیداوار میں گراں قدر اضافہ ہوا ہے۔ بی آئی ایم نے ایک ایسا سرمایہ کاری کا پروگرام شروع کیا ہے جو مستقبل میں صنعتی ترقی کی مکمل ضمانت دیتا ہے۔

کراچی کے نزدیک گیارہ لاکھ ٹن سالانہ گنجائش کا فولادی کارخانہ تکمیل کے مراحل میں ہے بہت سے دوسرے منصوبوں پر بھی تیزی سے کام ہو رہا ہے۔ ان میں کھاد کے تین کارخانے، چھ سیمنٹ فیکٹریاں، ایک تیل صاف کرنے کا کارخانہ اور ایک پولی ایسٹر تیار کرنے کا کارخانہ بھی شامل ہیں۔ کئی صنعتی منصوبے مکمل ہو چکے ہیں۔ جن میں ہیوی فاؤنڈری اینڈ فورج، سوات سرامکس اور جنرل ریفریجریٹرز وغیرہ قابلِ ذکر ہیں۔

بی آئی ایم کے کارخانے زرعی اور صنعتی شعبوں کی ترقی میں نمایاں کردار ادا کر رہے ہیں۔ زیرِ تکمیل منصوبوں کے مکمل ہونے پر نائیٹروجینس (کیمیائی) کھاد اور سیمنٹ کے شعبوں میں پاکستان خودکفیل ہو جائے گا۔

بی آئی ایم کے مشینیں تیار کرنے والے کارخانے شب و روز پیداوار کے عمل میں مصروف ہیں۔ اور روڈ رولر، کنکریٹ مکسر، بوائلر، کرینیں، گاڑیوں کے گیئر بکس اور انجن اور شکر کے مکمل کارخانے تیار کر رہے ہیں۔

اعلیٰ ٹیکنالوجی، پیشہ ورانہ انتظامی مہارت اور بہتر صنعتی تعلقات کے ذریعے بی آئی ایم صنعتی ترقی کی معراج تک پہنچنے کے لئے ہمہ وقت مصروفِ عمل ہے۔

آپ کو وہاں پہنچانا ہمارے لئے باعثِ سعادت ہے
حرم اور مسجد نبوی کی زیارت مسلمانانِ عالم کی زندگی کی سب سے مقدس آرزو ہے۔ اس کی تکمیل کے لئے، مقدس سفر کے دوران پاکیزہ ماحول، مسافروں کی دینی یگانگت اور مثالی خدمت کے لئے سعودیہ آپ کی معاونت کرتی ہے۔
ہمارا جیٹ ہوائی بیڑہ بوئنگ اور ٹرائی اسٹار جمبو طیاروں پر مشتمل ہے۔ آپ سبک رفتار بوئنگ سے سفر کریں یا عظیم کشادہ اور خاموش ٹرائی اسٹار سے سعودیہ سروس کی خصوصیات دونوں پر موجود پائیں گے۔
السعودية
سعودی عرب ائیر لائنز
حیدرآباد
پشاور
کوئٹہ
کراچی
لاہور
اسلام آباد
مشرق وسطیٰ میں آپ کے رہنما
NATIONAL 718

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ
حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ
اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝ وَاعْتَصِمُوْا
بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا

O ye who believe! Fear God as He should be feared, and die not except in a state of Islam. And hold fast, all together, by the Rope which God stretches out for you, and be not divided among yourselves.

PREMIER TOBACCO INDUSTRIES LIMITED